ستمبر 2013ء

شوال/ذیقعد 1434ھ

ماہنامہ

المرشد

اللہ رسول محمد

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ (مسلم .ابوداؤد)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ اپنے اوقات میں زندگی کے ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے''

علوم روحانی یا باطنی علوم عظمت الٰہی سے آشنا کرتے ہیں اور بندے میں اپنے نہ ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے؟

خلوص کے بغیر کوئی عمل مقبولیت کا درجہ نہیں پاتا۔ عبادت کے لئے خلوص شرط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

نیت کی اصلاح تب ہوتی ہے جب قلب ذاکر ہو۔ خلوص تب پیدا ہوتا ہے جب قلب ذاکر ہو۔ اسی لئے صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ ذکر قلبی تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض عین ہے کہ عبادت کے لئے خلوص شرط ہے اور ذکر قلبی اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔

ذکر قلبی، قلب کو پاکیزہ و مصفیٰ کرتا ہے۔ صفائی قلب کے بعد صحبت شیخ سے برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں اور کردار میں مثبت تبدیلی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ عقیدہ و نظریہ سے لے کر عملی زندگی کے معاملات تک سب میں بہتری آنا شروع ہو جاتی ہے اور ایک حقیقی مسلمان کا کردار اجاگر ہوتا ہے۔

تصوف وہ راستہ ہے جو دنیا میں اللہ کے روبرو جینے کی لذت سے آشنا کرتا ہے اور موت کی تیاری بروقت کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

المرشد

PS/CPL#15

ستمبر 2013ء شوال/ذیقعد 1434ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 1

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	ابوالاحمدین	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
جادو کی حقیقت	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	15
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	19
حقوق والدین		24
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	30
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	34
زبان وحروف کی تلخیاں	پروفیسر افتخار احمد مظہر	36
من الظلمت الی النور	شعیب رضا صدیقی، انڈیا	40
سوال وجواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	42
ذکر قلبی		44
حضرت جیؒ کی محافل کے انمول موتی	حافظ جمیل شاہ	48
The Identity Of a Believer	Ameer Muhammad Akram Awan	54
A LIFE ETERNAL	Abul Ahmadain Translation:Naseem Malik	57

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	135 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	160 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	160 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

حصول تزکیہ

تزکیہ کس طرح حاصل ہوتا تھا؟ صرف نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے اور صحبت نبوی ﷺ سے خواہ وہ بالکل تھوڑی دیر کیلئے ہو کہ صفائی باطن سے ولایت خاص نصیب ہوتی ہے۔ اگر سارے جہان کے ولی جمع ہو جائیں تو صحابی نہیں بن سکیں گے بلکہ اس کی گرد پا پر سب نثار ہیں اور آپ ﷺ کی صحبت کا کمال یہ ہے کہ آن واحد میں درجہ صحابیت پر فائز کر دیتی ہے۔

آپ ﷺ سے دو طرح کا فیض نصیب ہوتا ہے ایک علم ظاہر کہ اقوال و افعال رسول ﷺ کا مرقع ہے قرآن و حدیث اور فقہ سب اسی قبیل سے ہیں اور فیض صحبت کے انعکاسی طور پر مجلس میں حاضر ہونے والوں کو نصیب ہوتا ہے اور مس خام کو کندن بناتا ہے۔ دلوں کو روشن اور سینوں کو منور کرتا ہے اور استقامت علی الحق کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اور پہلی قسم کے فیض کی بنیاد بھی یہی فیض صحبت بنتا ہے۔ ورنہ علم پر فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

تزکیہ کیلئے کتاب اور معلم دونوں کی ضرورت ہے

تزکیہ اس باطنی طہارت کا نام ہے جو اطاعت رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرے دل سے انا کے بت ٹوٹیں اور عظمت الٰہی نصیب ہو جو نگاہ میں وسعت دے کہ دونوں جہانوں کو دیکھ رہی ہو جو یہ قابلیت عطا کرے کہ انسان بستا دنیا میں ہو اور تعمیر آخرت کی کر رہا ہو۔

اللہ
رسول
محمد

اداریہ

اوراب جشن رمضان

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○

اورہم نے بنی اسرائیل کوسمندر پار اتارا تو ان کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو اپنے بتوں کے پاس (عبادت کے لئے) بیٹھے رہتے تھے کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنادیجئے جیسے ان کے معبود ہیں انہوں نے فرمایا بیشک تم ایک جاہل قوم ہو۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 138)

یہ کیسا مضحکہ خیز مطالبہ تھا اور یہ کیسے عجیب لوگ تھے! اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوران سفر جب ان کا گزر ایک ایسی قوم پہ ہوا جو بت پرستی میں مصروف تھی تو بے ساختہ مطالبہ کر بیٹھے، کہ ایک ایسا بت ہمارے لئے بھی بنا دیں۔ پیغمبر علیہ السلام اس عجیب مطالبے کا کیا جواب دیتے! فرمایا تم ایک جاہل قوم ہو۔ قرآن حکیم میں یہ واقعہ محض تفنن طبع کے لئے بیان نہیں ہوا بلکہ اس کے ایک ایک لفظ کی طرح اس واقعہ میں بھی حاملین قرآن کے لئے سبق ہے۔ افسوس کہ سبق حاصل کرنے کی بجائے ہم خود بھی بنی اسرائیل کی طرح مضحکہ خیز تصویر بنتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر شک ہو تو اپنی عبادات کو رفتہ رفتہ ڈرامائی تمثیلوں اور جشنوں میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھ لیں کہ ہم کن لوگوں کی مذہبی رسومات اور تہواروں کا رنگ ڈھنگ اپنا رہے ہیں۔

کیوں نہ ہو! یہ بھی نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہے کہ بیشک تم ضرور پیروی کرو گے اپنے سے پچھلوں کی اور اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی داخل ہو گے۔ بنی اسرائیل نے ایک قوم کو بتوں کے سامنے معتکف پایا تو ان کے دل میں بھی بت پرستی کی خواہش مچلنے لگی۔ ہم نے ہنود کے مذہبی تہوار دیکھے تو ہمارے دل بھی مچلنے لگے کہ ہم بھی اپنے مذہبی ایام اسی طرح منائیں۔ اس سے قبل برکت والی راتوں میں چراغاں کی صورت دیوالی کی رسم ہنود عام ہوئی تو اب عبادات کی بجائے جشن! بعثت رحمت عالم ﷺ کا مبارک مہینہ آئے تو محافل درود اور تعلیمات نبوی ﷺ کے تذکروں کی جگہ جشن اور جلوس اور امسال رمضان المبارک بھی، جو رحمت باری تعالیٰ اور مغفرت کے حصول اور آتش دوزخ سے رہائی کا مہینہ تھا، جشنوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ محافل تراویح سے آباد راتیں اور رکوع و سجود سے آراستہ دن، مساجد کی رونقیں دوبالا اور خصوصی اوقات میں بالخصوص سحر اور افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور رقت آمیز دعائیں، آخری عشرے میں شبینوں کا اہتمام، غرض اس مبارک مہینہ کا ایک ایک لمحہ قرب الٰہی کے حصول کے ذریعہ تھا لیکن ہمارے ہاں اب ایک نئے چلن کا آغاز ہوا ہے۔ ذکر و فکر، تلاوت اور دعاؤں کے انتہائی قیمتی اوقات ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے بیٹھے جشن رمضان کے نظاروں کی نذر ہو گئے۔ میڈیا تو کامیاب رہا کہ اس نے اس قدر کوریج حاصل کی، بڑھ چڑھ کر ریٹنگ کے مقابلے ہوئے لیکن ٹیلی ویژن کے ناظرین نے کیا کھویا اور کیا پایا! یہ جشن کون سی عبادت تھی اور اسے دیکھنا کس زمرے میں آتا ہے! ہر روز کئی گھنٹے جو ٹیلی ویژن کے سامنے گزرے، انہیں کس پلڑے میں رکھا جائے اور دعاؤں کے قیمتی لمحات جو ضائع ہو گئے اور ان کے صلہ میں جو کچھ عطا ہونا تھا، کیا اس کا مداوا بھی ممکن ہے!

رمضان المبارک تو گزر چکا، اب استغفار اور آئندہ کے لئے اس عزم صمیم کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے کہ اگر یہ ماہ مبارک پھر نصیب ہوا تو اسے جشنوں اور تماثیل کی نذر نہ ہونے دیں گے۔ ہنود اور اقوام غیر کی مذہبی رسومات ہی جشن ہیں لیکن ہماری عبادات کا جشنوں سے کیا سروکار!!

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر | نشان منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

نعت

پس رہے ہیں اس لیے مدت سے مانند حنا
ہاتھ پر تیرے کبھی ہم کو بھی جا مل جائے گی

شمع کی جانب چلا پروانہ یہ کہتے ہوئے
کھوج میں تیری مگر مجھ کو فنا مل جائے گی

رہنے دو دیوانگاں کو مست اپنے حال میں
ورنہ اک دن خاک میں ساری فضا مل جائے گی

چاند کو مت ڈھانپ بادل یا مجھے اتنا بتا
کیا چکوری کو ترے دل میں جگہ مل جائے گی

جان حاضر ہے مگر اپنی ہے اتنی آرزو
اس گلی میں ہم کو بھی مدفن کی جا مل جائے گی

چھوڑ بیٹھے ہیں دو عالم کو ہم اس امید پر
رہنے کو اس در پہ اک چھوٹی سی جا مل جائے گی

سبز گنبد کے مکیں تیری عطا کی خیر ہو
اک نظر سے فانی انساں کو بقا مل جائے گی

کہتا ہے سیماب خود کو تیری الفت کا اسیر
ایسی دولت ان فقیروں کو بھی کیا مل جائے گی

آس جزیرہ سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1: تین باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو (اول) ہر حال میں متوجہ الی اللہ رہو، (دوئم) حلال اور طیب غذا کا اہتمام کرو، (سوئم) نااہلوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

2: سالک کے دل میں جتنا شیخ کے ساتھ خلوص ہوتا ہے، اللہ کریم شیخ کے دل سے اتنے انوارات اس کے دل میں بغیر اسے پتہ چلے انڈیل دیتا ہے یہ رابطہ از خود قائم رہتا ہے۔

3: اگر انسان راہ راست سے ہٹ جائے اور اللہ کی اطاعت چھوڑ دے تو دنیا میں اسے جو سزا دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اپنی یاد اس کے دل سے بھلا دیتے ہیں اور اپنا نام اس کی زبان سے چھین لیتے ہیں۔

4: خطا کے جواز تلاش کرنا یہ منافقت ہے۔ کہ دین بھی ہاتھ سے نہ جائے اور گناہ سے باز بھی نہ آؤ۔

5: کوئی ایسا پاگل ہو جائے کہ سارے نقصان برداشت کر لے لیکن دامان محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ چھوڑے، پھر جا کر طلب الٰہی بیدار ہوتی ہے اور عظمت الٰہی کا احساس ہوتا ہے۔

6: محبت وخلوص صرف اور صرف دین اسلام کی برکات سے ہے، محبت اغراض سے پاک ہوتی ہے اس لئے حقیقی محبت اللہ کیلئے ہوتی ہے اور جہاں لوگوں سے تعلق اللہ کیلئے ہو وہاں کوئی تفرقہ نہیں ہوتا۔

7: اسلام محض ماننے کا نام نہیں، اسلام جینے کا نام ہے، اسلام پہنا جائے، اسلام اوڑھا جائے، اسلام برتا جائے، اسلام جیا جائے کہ اسلام جینے کی چیز ہے کیونکہ اس کا تعلق روح کے قرار سے ہے۔

8: اپنے اختیارات اپنی پسند ونا پسند چھوڑ دینے کا اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی پسند اختیار کرنے کا نام ایمان ہے۔

9: ذکر کی توفیق ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر مقبول ہے ورنہ توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ **دوسرے لطیفے** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح **تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

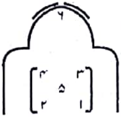

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

الاعراف: 109--118

جادو کی حقیقت

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ o یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ o قَالُوْٓا اَرْجِہْ وَ اَخَاہُ وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ o یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ o وَ جَآءَ السَّحَرَۃُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ o قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ o قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ o قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْھَبُوْھُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ o وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ o فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ۔

اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کے مقابلے کی بات ارشاد فرمائی ہے اور اس میں جادو کی اصلیت، اس کی قوت اور اس کے اثرات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ موسیٰ نے جب معجزات پیش فرمائے قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ تو فرعون کے درباریوں نے فرعون سے کہا کہ یہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے پاس مختلف کمالات تھے اور جس قوم کے پاس وہ کمالات ہوتے تھے جن پر وہ فخر کرتے تھے اس قوم میں اللہ کا جو نبی تشریف لاتا اسے اسی طرح کے معجزات دیئے جاتے جس سے وہ لوگ اور ان کی عقلیں عاجز آجاتیں اور انہیں ماننا پڑتا کہ اللہ قادر ہے اور وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ موسیٰ کے زمانے میں جادو کا عام چرچا تھا اور بڑے بڑے ماہرفن جادوگر تھے۔ فرعون کے عجائبات اگر پڑھیں تو بڑی عجیب وغریب باتیں نظر آتی ہیں۔ بہرحال یہ طے ہے کہ وہ زمانہ بھر کے مانے ہوئے جادوگر تھے اور ہر جگہ اور ہر شہر میں موجود تھے۔ تو وہ معجزات دیکھ کر جادوگروں نے کہا کہ یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر ہے ایسا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور لگتا یہ ہے کہ یہ ہم سے ہمارا ملک، ہماری زمین چھیننا چاہتا ہے۔ یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ ہمیں ہماری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے اور خود اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تو فرعون نے کہا کہ اس صورت میں تم کیا مشورہ دیتے ہو، کیا فیصلہ کرتے ہو اس کا کیا علاج کیا جائے۔ قَالُوْٓا اَرْجِہْ وَ اَخَاہُ o اہل دربار نے کہا فی الحال آپ ان کو اور ان کے بھائی کو تو واپس بھیج دیں۔ وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور اپنے قاصد سارے شہروں میں بھیج دیں۔ یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ تاکہ چوٹی کے ماہر جادوگروں کو آپ کے دربار میں بلا لائیں وَ جَآءَ السَّحَرَۃُ فِرْعَوْنَ فرعون کے جادوگر جمع ہوگئے وہ شہنشاہ وقت تھا جہاں جہاں اس نے قاصد دوڑائے وہاں سے چوٹی کے ماہرفن جادوگر جمع ہوگئے سب سے پہلے جادوگروں نے یہ مطالبہ کیا قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ کہ اگر ہم موسیٰ سے

جیت گئے تو پھر ہمیں انعام تو ملے گا ہمارے ساتھ انعام کا وعدہ کیا جائے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جادوگر اگر دولت پیدا کر سکتا، حاصل کر سکتا تو یہ جادوگر فرعون سے مطالبہ کیوں کرتے کہ ہمیں انعام دیا جائے گا۔ جادوگر روزی میں خلل نہیں ڈال سکتا کہ دوسروں کی روزی اپنی طرف کھینچ لے یا بہت ساری جمع کرلے۔ یہ جادوگر کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ کا ایسا نظام ہے جس میں ذرا برابر کمی یا کوتاہی نہیں ہو سکتی۔ ہر فرد کا رزق اس نے متعین کیا ہے۔ جادوگروں کے پاس کمال ہوتا تو وہ روزی اور پیسے کیلئے فرعون سے استدعا کیوں کرتے وہ تو خود پیدا کر لیتے۔ تو فرمایا یہاں اللہ نے ان کی بات بتائی کہ پہلے انہوں نے اپنے پیٹ کی فکر کی اور کہا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا انعام تو ہمارا حق بنے گا ہمیں دولت دی جائے گی اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ پہلی بات تو یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے کہ جادوگر اگر اپنے لئے روزی پیدا نہیں کر سکتا تو دوسرے کی روزی بند بھی نہیں کر سکتا فرعون نے کہا بیشک قَالَ نَعَمْ تمہیں انعام دیں گے وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ بلکہ میں تمہیں اپنے اہل دربار میں اپنے مقربین میں شامل کرلوں گا اور جو مراعات اور جو انعامات انہیں ملتے ہیں وہ سب تمہیں بھی نصیب ہوں گے، اب جادوگروں نے یہ سمجھا ہوا تھا کہ موسیٰ تو بہت بڑے جادوگر ہیں وہ آپ کو نبی سمجھ کر مقابلے میں نہیں آئے۔ اس فن کا ماہر سمجھتے ہوئے انہوں نے ادب کیا، احترام کیا، کہ یہ ماہر فن ہے اس شعبے کا بہت چوٹی کا آدمی ہے تو انہوں نے کہا قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ اے موسیٰ آپ پہلے اپنا عصاء پھینکنا پسند فرمائیں گے یا ہم کو اجازت دیں ہم اپنا کمال دکھائیں۔ انہوں نے ادب کیا اللہ کے رسول کا لیکن نبی یا رسول جان کر نہیں، ماہر فن جان کر اور یہ ادب ان کے کام آگیا اور انہیں توبہ نصیب ہوگئی۔ صبح جنہیں ایمان بھی نصیب نہیں تھا ڈوبتے سورج نے انہیں شہید دیکھا

موسیٰ نے فرمایا قَالَ اَلْقُوْا جو کرنا چاہتے ہو کرو، جو کمال دکھانا چاہتے ہو وہ دکھاؤ فَلَمَّآ اَلْقَوْا جب انہوں نے اپنے رسے لکڑیاں، کیلیاں اور چیزیں پھینکیں سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ پھینکیں لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا قرآن کہتا ہے کہ لکڑیوں پر لاٹھیوں پر کیلیوں پر رسیوں پر جادو نہیں ہوا۔ رسے رسے ہی رہے لکڑیاں لکڑیاں ہی رہیں لیکن لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا۔ قوت متخیلہ متاثر ہوگئی۔ نظر جو دیکھتی ہے وہ تصویر بنا کر دماغ کو بھیجتی ہے اور دماغ سمجھتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ جب نظر ہی متاثر ہوگئی اور اسے کچھ کا کچھ نظر آنے لگا تو دماغ کو وہی تصویر جائے گی۔ ایک کام تو انہوں نے یہ کیا کہ ان کی نظر متاثر کر دی جسے آج کل بھی کہتے ہیں نظر بندی کر دی یعنی حقیقت کچھ تھی انہیں کچھ اور نظر آنے لگی سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ اور ان کو بہت ڈرایا یعنی یہ دو چیزیں لازم و ملزوم ہیں پہلے انہوں نے لوگوں سے کہا پیچھے ہٹ جاؤ یہ اژدھا بن جائے گا یہ تمہیں کھا جائیں گے پھر ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے دور ہو جاؤ۔ یہ جو ہم نے لائن لگائی ہے اس کے اندر کوئی نہ آئے ورنہ یہ بڑے بڑے اژدھا بن جائیں گے اور تمہیں نگل لیں گے تو لوگ ڈر گئے یعنی اگر کوئی اللہ سے ڈرے جادوگر سے نہ ڈرے، اس کے جادو سے نہ ڈرے تو جادو اثر نہیں کرتا۔

گجرات میں ایک بہت بڑا جادوگر ہوتا تھا قوم کا ترکھان تھا یا لوہار تھا لیکن اس نے بڑے بڑے اہل علم کو بڑے بڑے معزز لوگوں کو رسوا کیا۔ جو اسے ملنے جاتا اس پر جادو کرتا اور اسے پاگل کر دیتا پھر اس سے اس کی جائیداد اور زمینیں اپنے نام لکھوا لیتا اور اس کو مزدوری پر لگا دیتا، کپڑوں کی جگہ بوری پہنا دیتا۔ وہ اس جادوگری میں بہت مشہور تھا کئی مولوی حضرات بھی گئے اور داڑھیاں منڈوا کر واپس آئے اور اس

سے تسخیر ہو گئے تو ہمارے ساتھی امان اللہ لک صاحب اس کے پاس گئے اور کہا مجھ پر جادو کرو جو کچھ تم کر سکتے ہو، کرو، ہم بھی تو دیکھیں تمہارا کیا کمال ہے اس نے ان سے جان چھڑائی کہ نہیں کروں گا کیوں ان پر جادو نہیں کرتا تھا اس کو پتہ تھا یہ مجھ سے ڈر نہیں رہا الٹا مجھ پر زبردستی کر رہا ہے۔ مجھے دبا رہا ہے تو اس پر جادو کیا اثر کرے گا یعنی یہ کمزوری انسان کے اپنے اندر ہوتی ہے ایک نقطہ قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر جادوگر کے جادو سے آپ ڈریں نہیں تو اس کا جادو اثر نہیں کرتا اس کا مطلب ہے کمزوری اپنے اندر ہوتی ہے تب جادو اثر کرتا ہے سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ اور ان کی نگاہوں پر جادو کیا یعنی جادو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہوتی کیونکہ قلب کی ماہیت حرام ہے۔ قلب کی ماہیت سے مراد ہے کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے اسے بدل کر کچھ اور چیز بنا لینا یہ حرام ہے، یہ ممکن نہیں ہے ناممکن ہے۔ حضرتؒ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ سونا بنانے کی کوشش کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ چاندی یا پارے سے سونا بنا لیں، یہ ایک وہم ہے جو لوگوں کو ساری ساری عمر گھیرے رکھتا ہے پھر کہتے ہیں آگ کی تھوڑی سے کسر رہ گئی تھی اور اسی میں ساری زندگی برباد کر جاتے ہیں۔ تو حضرتؒ نے فرمایا قلب کی ماہیت حرام ہے قلب کی ماہیت نہیں ہو سکتی جسے اللہ نے چاندی بنایا ہے وہ چاندی رہے گی، جسے سونا بنایا ہے سونا رہے گا، جسے فولاد بنایا ہے وہ فولاد رہے گا جسے انسان بنایا ہے وہ انسان رہے گا، جسے جانور بنایا ہے جانور رہے گا، جانور سے انسان یا انسان سے جانور نہیں بن سکتا یہ ممکن نہیں ہے، اسے کہتے ہیں قلب کی ماہیت یعنی اس کی حقیقت تبدیل کر کے کسی دوسری چیز میں تبدیل کر دینا۔ فرمایا یہ حرام ہے تو اب وہ جادوگر بھی لکڑیوں سے سانپ تو نہیں بنا سکتے تھے قلب کی ماہیت تو حرام ہے۔ معجزے کے طور پر نبیؑ سے جو صادر ہوتا ہے وہ ان اصولوں سے بالاتر ہے من جانب اللہ ہوتا ہے اور پھر وہ بھی ہمیشہ نہیں ہوتا۔ موسیٰؑ کی لاٹھی ہمیشہ اژدھا نہیں رہی۔ موسیٰؑ کے وصال کے بعد وہ لاٹھی کی لاٹھی ہی رہی۔ ابھی تک وہ کسی عجائب گھر میں غالباً توپ کاپی میوزیم میں رکھی ہوئی ہے۔ انٹرنیٹ پر کسی نے اس کی تصویر لگا رکھی ہے۔ موسیٰؑ کی لاٹھی ہمیشہ اژدھا نہیں بنی یعنی وہ لکڑی سے اژدھا مستقل نہیں بنی۔ معجزاتی طور پر اللہ بنا دے تو وہ قادر ہے پھر اللہ کریم فرماتے ہیں وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ بہت ہی بڑا جادو کیا۔ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ۔ ہم نے موسیٰؑ کو فرمایا کہ آپ اپنی لاٹھی پھینک دیں۔ انہوں نے اپنی لاٹھی پھینکی، فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ۔ وہ جتنے سانپ اژدھا انہوں نے بنائے تھے رسیوں، لکڑیوں، گیلیوں، لاٹھیوں کے اس نے ایک سرے سے نگلنا شروع کر دیا اور سب کو ہڑپ کر دیا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جادو کا نظام یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جادو کر کے لاٹھی کو سانپ بنا دیا ہے اور کوئی دوسرا بندہ جادو کا توڑ کرتا ہے تو وہ سانپ سے لکڑی بن جائے گی یعنی جادو کا اثر ضائع ہو جائے گا یہاں یہ نہیں ہوا کہ جو انہوں نے جو سانپ بنائے تھے وہ لکڑیاں یا رسے بن جائیں وہ تو لاٹھی اتنا بڑا اژدھا بنی تھی انہوں نے جو جتنے سانپ بنائے تھے وہ سب کو نگل گئی اور جب موسیٰؑ نے ہاتھ میں لی تو وہ ویسی ہی لاٹھی تھی۔ پتہ نہیں لاٹھیاں کہاں غائب ہو گئیں؟ وہ رسے کہاں غائب ہو گئے؟ لاٹھی کو تو کوئی فرق نہیں پڑا وہ تو اتنی ہی تھی۔ تو جادوگروں کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ جادوگر نہیں ہے اگر جادوگر ہوتا تو ہمارے بنائے ہوئے اژدھے پھر رسیاں لکڑیاں اور لاٹھیاں بن جاتے، وجود تو ان کا باقی رہتا۔ لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں کیسے آئی۔ باقیوں کی سمجھ میں تو نہیں آئی وہاں تو ان کی ساری قوم جمع تھی اور بادشاہ بیٹھا تھا تو ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے موسیٰؑ کا ادب کیا تھا۔ نبیؑ کا ادب جو کیا خواہ جادوگر جان کر کیا، احترام تو کیا۔ اس نے دل میں کھڑکی کھول دی اور بات سمجھ میں آ گئی اور

جوادب نہیں کرتے تھے سب کچھ انہوں نے بھی دیکھا لیکن انہیں توبہ نصیب نہیں ہوئی۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ حق سامنے آگیا، ظاہر ہوگیا۔ ان کا بنا بنایا سب جاتا رہا، باطل ہوگیا ضائع ہوگیا۔ آگے بڑا لمبا قصہ ہے۔ فرعون ناراض ہوا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ انہیں سولی پر بھی چڑھا دیا۔ اُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَo قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں تو ہمیں قتل کردے گا تو ہم اپنے پروردگار کے پاس چلے جائیں گے۔ پھر انہوں نے برزخ کے حالات بیان فرمائے کہ وہاں یہ ہوگا وہ ہوگا۔ تو یہ ساری باتیں کس نے بتائیں ؟ میدان میں آنے تک تو انہیں کلمہ بھی نصیب نہیں تھا یہ وہ وہبی اور قلبی علوم ہیں جو انبیاء کے سینۂ اطہر سے مومنین کو نصیب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کوئی نماز ادا نہیں کی، انہیں کسی نے سکھائی نہیں، اسی میدان کی کشمکش میں وہ شہید ہو گئے۔ انہیں کسی نے پڑھایا نہیں، برزخ کے حالات نہیں بتائے لیکن وہ سولی پہ چڑھتے ہوئے سب کچھ بیان کر گئے کہ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ یہ برکات تھیں۔ جب وہ فنا فی الرسول ہوئے، علوم رسالت قلب رسالت سے ان کے دلوں میں منتقل ہو گئے۔ یہاں تک تو بات تھی کہ جادو کیا ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے۔ اجتماع میں عموماً اپنے ذکر اذکار کے متعلق، مراقبات کے متعلق بات ہوتی ہے۔ یہ نئی بات کیوں لے بیٹھا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ دنیاوی اور ظاہری علوم خواہ دین کے ہوں، علوم ظاہری جو ہیں یہ بندے میں انا پیدا کرتے ہیں انانیت پیدا کرتے ہیں اور ایک چیز پیدا کرتے ہیں کہ میں بھی کچھ ہوں۔ کوئی دنیاوی علوم حاصل کر لیتا ہے تو اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ دینی علوم بھی حاصل کرنے کے بعد اگر اصلاح قلبی میسر نہ ہو تو بندہ بہت بڑا بن جاتا ہے کہ میں بہت بڑا عالم ہوں، میں بہت بڑا مفتی ہوں، میرے جیسا کوئی بندہ نہیں۔ یعنی انانیت آگئی۔ علوم روحانی یا باطنی علوم عظمت الٰہی سے آشنا کرتے ہیں اور بندے میں اپنے نہ ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں سب کچھ اللہ ہے۔ عظمت اس کیلئے ہے، بڑائی اس کیلئے ہے میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ اسی طرح انبیاء صلحاء، متقدمین یعنی اصل کے مقابلے میں خود کو حقیر اور ناکارہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ شاید اب حالات بدل گئے ہیں۔ لوگوں کا ماحول بدل گیا ہے، خوراک اور ذرائع آمدن بدل گئے ہیں جن میں بیشتر اگر حرام نہیں تو ان کا کوئی جواز بھی نہیں ملتا۔ ناجائز ذرائع آمدنی ہو گئے ہیں اور پھر کچھ تو ظاہراً حرام کھاتے ہیں لوگ جیسے سود عام لوگ کھاتے ہیں تو اب مزاج بدل گئے ہیں۔ اب ایک عجیب بات ہے کہ جسے اللہ اللہ سکھاؤ وہ بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ یہ الٹا اثر ہے۔ اثر تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ اپنے آپ کو حقیر اور ناکارہ سمجھتا اور عظمت الٰہی کا ادراک ہوتا۔ یہ سارا قصہ میں اس لئے لے بیٹھا ہوں کہ کل ہی مجھے ایک خط ملا۔ بندے نے تو اپنا نام بھی ساتھ لکھا۔ اپنے ساتھی کا نام بھی لکھا جو بڑا بزرگ سا بنا بیٹھا ہے۔ جگہ کا نام بھی لکھا لیکن میں نہیں ضروری سمجھتا کہ بدنام کیا جائے۔ اگر اللہ نے انہیں ہدایت دینی ہے تو وہ بھی سن لیں ورنہ سارے ساتھی سن رہے ہیں کسی کو ذکر اذکار اس لئے نہیں کرایا جاتا کہ وہ بہت بڑا آدمی بن جائے ذکر اذکار اس لئے کرایا جاتا ہے کہ وہ عظمت الٰہی سے آشنا ہو۔ اگر مشاہدات نصیب ہوتے ہیں یا کشف نصیب ہوتا ہے تو وہ حکمت الٰہیہ اور تخلیق کائنات اور اللہ کی عظمت کو جاننے کا سبب بنتا ہے۔ تو اس لئے نہیں کہ وہ بہت بڑا بزرگ بن جائے اور دوسروں کو دیکھ دیکھ کر ان کے حالات بیان کرنا شروع کر دے، وہ بھی جاہلانہ طریقے سے۔ اس ساتھی نے لکھا میں دو سال سے تعلیم مکمل کر کے بیٹھا ہوں مجھے نوکری نہیں ملتی فلاں ساتھی سے میں نے چیک کروایا ہے۔ اس نے کہا تم پر اثرات ہیں کسی نے جادو کیا ہے تمہاری روزی رک گئی ہے۔ یار یہ تو کفر ہے یہ کہنا کہ کسی نے تمہاری روزی روک دی ہے یہ کہنا بھی کفر ہے اور یہ عقیدہ

رکھنا بھی کفر ہے۔ چونکہ اللہ نے واضح فرمادیا قرآن میں کہ جو میں دینا چاہتا ہوں اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز میں روک لیتا ہوں کوئی دلوا نہیں سکتا اور میں نے عرض کردیا کہ جادوگر تو اپنی روزی کیلئے محتاج تھے، فرعون سے مانگ رہے تھے کسی کیلئے کیا بند کرسکتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ مجھے نوکری نہیں ملتی کسی نے روک لی۔ دوسرا کہتا ہے میری اولاد نہیں ہوتی کسی نے جادو کردیا۔ جس کو اللہ پیدا کرنا چاہتا ہے اسے جادوگر نہیں روک سکتے۔ اگر روک سکتے تو فرعون موسیٰؑ کو روک لیتا۔ سینکڑوں ہزاروں بچے قتل کروادیئے اور موسیٰؑ کو گھر پالتا رہا۔ اس نے بنی اسرائیل کے بچے قتل کروائے اللہ نے فرمایا موسیٰؑ کو میں تیرے گھر میں پالوں گا۔ تو آپ کو اگر اللہ اللہ کرنے سے مشاہدہ نصیب ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لوگوں میں کفر کی تلقین کرنا شروع ہوجائیں تو پھر جادو سے کیا ہوتا ہے؟ کہا یہ جاتا ہے کہ جادو تو حضور ﷺ پر بھی ہوگیا تھا اس لئے جادو برحق ہے۔ جادو کو برحق کہنا بھی کلمۂ کفر ہے۔ جادو باطل ہے۔ یہاں اللہ نے فرمایا فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ سارا باطل ہوگیا، حق غالب آگیا۔ یہ واقعہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے سرمبارک میں گرانی محسوس کی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے سرمبارک میں گرانی محسوس فرمائی تو متوجہ الی اللہ ہوئے اور وحی آئی۔ جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ عاصم بن لبید یہودی نے آپ کے سرمبارک کے بال لے کر ایک کنگھی میں گرہیں ڈال کر فلاں کنوئیں میں پھینک دیا ہے وہ نکلوا لیجئے۔ اس کی وجہ سے سر مبارک میں گرانی محسوس ہورہی ہے حضور ﷺ نے کسی صحابی کو بھیجا وہ کنوئیں میں اترے تو انہیں وہ کنگھی مل گئی وہ اسے لے آئے تو معوذتین کا نزول ہوا۔ وحی الٰہی آئی۔ قرآن کی آخری دو سورتیں نازل ہوئیں جتنی سورتوں کی آیات ہیں اتنی گرہیں آپ ﷺ کے موئے مبارک کو لگی ہوئی تھیں۔ مبارک بالوں کو کنگھی کے اندر لپیٹ کر لگا رکھی تھیں ایک ایک

آیہ کریمہ حضور پڑھتے جاتے تھے ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی۔ معوذتین مکمل ہوئی، وہ گرہیں کھل گئیں وہ اثر ختم ہوا۔ اللہ کریم قادر تھا کہ اتنا اثر بھی نہ ہونے دیتا، جادو کو باطل کردیتا، لیکن تعلیم امت کیلئے جادو کی حیثیت بھی متعین کردی اور اس کا علاج بھی بتادیا۔ تو جادو باطل ہے اور کلام الٰہی برحق۔ جادو سے اولاد نہیں رک سکتی۔ روزی نہیں رک سکتی۔ جادو سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں! اگر کوئی جادو کسی پہ کرتا ہے اور وہ بھی جادوگر کامل ہو اپنے علم میں فن میں ماہر ہو تو ہوسکتا ہے اسے مادی طور پر کوئی تکلیف یا کوئی بیماری یا کوئی ایذا محسوس ہو۔ یہ ممکن ہے کہ اگر حضور ﷺ نے کچھ گرانی محسوس فرمائی تو ماوشما کو بھی کوئی بیماری لگ سکتی ہے ،کوئی تکلیف کوئی پریشانی اس طرح کی ہوسکتی ہے۔ اس کا علاج ہے۔ یہ علاج بتانے کیلئے اللہ کریم نے نبی ﷺ پر یہ گرانی نازل فرمائی۔ اس کا علاج بتایا تاکہ قیامت تک کیلئے امت کے پاس علاج ہوجائے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے اس پر کسی جادو کا اثر ہے تو معوذتین پڑھے۔ اول آخر درود شریف کے ساتھ دونوں سورتیں، تین بار، سات بار، پانچ بار، طاق عدد پڑھ کر طاق بار درود شریف پڑھے۔ طاق عدد دونوں سورتیں پڑھے خود پر دم کرلے۔ ہر نماز کے ساتھ کرلے، صبح شام کرلے، زیادہ سمجھتا ہے تو ہر فرض نماز کے بعد بیٹھ کر دم کرلے، کسی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ علاج اللہ نے سب کیلئے بتادیا ہے۔ قرآن کریم اللہ نے سب کے لئے نازل فرمادیا ہے کسی ایک کیلئے نہیں۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ کسی نے کچھ کرکے میری روزی بند کردی ہے، اولاد بند کردی ہے۔ یہ باتیں درست نہیں۔ اب جن کو اللہ ؐ نے مشاہدات دیئے ہیں وہ اس لئے نہیں ہیں کہ اللہ کے مقابلے میں جادوگروں کی تعریف کرے۔ وہ اس لئے کہ عظمت الٰہی سے آشنا ہو، خالق اور مخلوق کے رشتے سے آشنا ہو، مخلوق کی تخلیق کی عجیب عجیب حقیقتیں ان پر کھلتی ہیں اور اپنی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ عظمت الٰہی کے مقابلے میں ایک حقیر مخلوق ہوں۔ یہ

مشاہدات اس لئے نہیں ہوتے اور یہ نشانیاں چیک کرنا بڑے بڑے لوگوں نے شروع کیا۔ بہت پائے کے لوگوں میں سب سے پہلے مولوی سلیمان صاحب کا نام آتا ہے وہ اسی میں لگ گئے تھے۔ قمیض لے آؤ میں چیک کر کے بتاتا ہوں۔ وہ چھوٹی ہوگئی ہے توتم پر جادو ہے، بڑی ہو گئی ہے توتم پر تعویذ ہے۔ بات ایک ہی ہوتی تھی۔ سلسلے سے تو اس طرح چلے گئے جیسے مکھن سے بال نکل جاتا ہے۔ اور جتنے لوگوں نے یہ کوشش کی کسی کو پھر ذکر نصیب نہیں ہوا۔ سلسلے سے جا چکے تھے، مگر کرتے رہے ذکر نہیں رہا۔ اور بعض لوگوں کو میں نے مرنے کے بعد بھی دیکھا، کوئی شے ذکر کے انوارات میں سے ان کے پاس نہیں تھی بلکہ الٹے عقائد کی خرابی کی سزائیں ہو رہی تھیں۔ خدا کیلئے ذکر الٰہی اس لئے ہے کہ بندہ عظمت الٰہی سے آشنا ہو، عظمت رسالت سے آشنا ہو اور خلوص دل سے اتباع رسالت اختیار کرے۔ یہ دکانداری کیلئے نہیں ہے اور جو دکان بناتے ہیں وہ بالآخر سلسلے میں رہتے نہیں ہیں۔ یہ میرا پچاس سال کا نصف صدی کا تجربہ ہے اور ایک بات بتا دوں میں منبر رسول ﷺ پر بیٹھا ہوں، باوضو ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں، جو ساتھی اس طرح سے کرتے ہیں میں ان سے بری ہوں۔ میرا اللہ سن رہا ہے ایسے لوگوں کو میں قیامت کو جواب دار نہیں ہوں جو کشف کو اپنی بڑائی کا ذریعہ اور اپنی بزرگی کا ذریعہ بنا کر لوگوں پر رعب ڈالتے ہیں اور خود بزرگ بنتے ہیں۔ انہوں نے خواہ بیعت کی ہوئی ہے یا نہیں کی ہوئی میں ان سے بری ہوں۔ میرا اللہ دیکھ رہا ہے سن رہا ہے میں ان کا ساتھی نہیں ہوں۔ لہٰذا میری گزارش یہ ہے میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم سے جادوگر اور جادو کی حیثیت عرض کر دی ہے اللہ کریم نے اس کا علاج بھی دیا ہے اس لئے ہر بندہ خود معوذتین پڑھ لے پانی پر دم کر کے پی لے اپنے اوپر پڑھ کر پھونک مار لے۔ کسی پتھر پر دم کر کے کوئی جگہ متورم ہوگئی ہے یا کوئی پھوڑا بن گیا ہے اس پر پھیرتا رہے انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا جادو کا اثر جاتا رہے گا اور کوئی طبی وجہ ہے اور کوئی جسم میں فساد ہے تو وہ الگ بات ہے جو کوئی تکلیف جادو کی وجہ سے ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ اب مصیبت یہ ہوگئی ہے کہ کسی کو کوئی بھی تکلیف ہو وہ جادو کی وجہ سے ہی سمجھ لیتا ہے۔ ساری تکلیفیں تو جادو کی وجہ سے نہیں ہوتی نا، اس کا کوئی طبی سبب ہو سکتا ہے اور اگر طبی وجہ ہے تو اس کا طبی علاج ہونا چاہئے۔ اگر وہم ہے کہ کسی نے جادو کیا ہے تو معوذتین دم کر کے دیں اور یاد رکھیں ذکر اذکار، مراقبات، مشاہدات یہ اللہ کی عطا ہے۔ یہ اس لئے ہیں کہ بندہ حکمت کے راز جانے اور اس کی عظمت سے زیادہ سے زیادہ آشنا ہو اور جتنا عظمت الٰہی سے آشنا ہو اتنا خلوص سے اس کی اطاعت کرے اور دین کے اندر آجائے اور اللہ اور اللہ کے رسول کا تابع ہو جائے۔

اللہ کریم ہم سب کو ہدایت پر قائم رکھے۔ یہ بڑا نازک معاملہ ہے، نازک مرحلہ ہے اور یاد رکھیں یہ بڑا اصول ہے۔ نبی کریم ﷺ پر، نبیؑ پر جو وحی آتی ہے ساری امت اس کی مکلف ہے اور نبیؑ کا خواب بھی وحی کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ کا نبیؑ خواب میں کچھ دیکھ کر جو ارشاد فرمائے ساری امت مکلف ہے کہ اس کا اتباع کرے۔ نبیؑ کے بعد صحابیؓ ہو، تابعیؒ ہو، تبع تابعیؒ ہو، اولیاء اللہ ہم ان کے جوتوں کے غلام ہیں۔ ولی اللہ ہو، اس کا کشف اس کے اپنے لئے ہے کوئی دوسرا اس کا مکلف نہیں ہے۔ مجھے کسی چیز کا کشف ہوتا ہے تو میں اس پر عمل کروں آپ اس کے مکلف نہیں ہیں کہ مجھے یہ کشف ہوا ہے لہٰذا آپ سارے اس پر عمل کریں۔ یہ شان صرف نبیؑ کی ہے اور کسی کی نہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کشف شریعت کے اندر ہو، شریعت کے مطابق ہو، خلاف شریعت ہو تو کشف باطل ہے۔ کشف صحیح تھا اس نے سمجھنے میں غلطی کی لہٰذا اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کسی ولی کو شریعت کے اندر کسی جائز کام کا کشف ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو دنیوی نقصان بھی ہو سکتا ہے اخروی نہیں۔ ثواب میں کمی نہیں آتی۔ کوئی دنیوی مصیبت یا پریشانی آ سکتی ہے

تو جب کسی دوسرے کے کشف کے مکلف ہی نہیں تو مجھے یہ بتائیں آپ اس نے پوچھ کر خود کیوں کرتے ہیں۔ اگر کسی کو کشف ہوتا بھی ہے تو کوئی دوسرا تو اس کا مکلف بھی نہیں تو پھر اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ پوچھنے والے بھی ایسے ہی ہیں اور بتانے والے ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ کوئی اللہ کا خوف نہیں کرتے اور خود ہی یہ کہنا کہ میرے کشف پر عمل کرو یہ تو دعویٰ نبوت ہے۔ خود کو اس مقام پر سمجھتے ہیں کہ دوسرے تمہارے کشف کے مکلف ہیں۔ تو انہوں نے مجھے خط لکھا میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا اب اس کا جواب کیا دینا منبر پر ہی دوں گا، سب تک پہنچ جائے گا کہ یہ سب خرافات ہیں۔ دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں بندے پر فراخی آجاتی ہے، تنگی بھی آجاتی ہے۔ ہر آدمی پر آتی ہے۔ میں وہ بندہ ہوں میں نے انتیس روپے ماہوار پر بھی ملازمت کی ہے، پچاس روپے ماہوار پر بھی ملازمت کی ہے، اسی روپے ماہوار پر بھی ملازمت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں جب میں پچیس روپے یا پچاس روپے کا ملازم تھا تب میرے لئے زندگی آسان تھی۔ آج میں پانچ سات لاکھ روپے مہینے کی تنخواہ ملازموں کو دیتا ہوں لیکن میرے پاس اپنے لئے ایک لمحہ بھی نہیں۔ جب میں پچیس روپے ماہوار لیتا تھا تو سارا دن آرام کرتا تھا اور کام کے وقت کام اور پھر چھٹی اور بے فکری۔ یہ اللہ کریم کا نظام ہے لاکھوں روپے تنخواہ ہم لوگوں کو دیتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے خود مقروض ہو جاتے ہیں اپنی ضرورت کیلئے دوسروں سے مانگنا پڑتا ہے قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ نظام کائنات ایسا ہے کہ قدم قدم پر بندے کو احساس دلاتا رہتا ہے کہ تم محتاج ہو کبھی صحت کے اعتبار سے، کبھی مالیات کے اعتبار سے، کبھی حالات کے اعتبار سے تو یار اس کو بزنس تو نہ بناؤ۔ اگر کوئی تکلیف ہے تو اللہ ہمارا بھی اتنا ہی رب ہے جتنا دوسروں کا ہے۔ نماز پڑھ کے دعا کرو، دعا کرنا تو خود بڑی اچھی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ دنیا میں بھی ہمیں آسانیاں عطا فرما آخرت میں خوبی عطا فرما۔ مانگو اللہ سے مانگو۔ عالم دنیا عالم اسباب ہے۔ جائز اسباب تلاش کرو۔ کوشش کرو جب وقت مقررہ آئے تمہاری روزی کا اور جہاں سے ملنی ہے اپنے وقت پر وہاں سے مل جائے گی۔ جب کسی کے پیدا ہونے کا، دنیا میں آنے کا وقت آئے گا وہ ضرور پیدا ہوگا۔ مرنے کا اگر کوئی وقت متعین ہے تو وقت سے پہلے نہیں مرتا۔ تو وقت سے پہلے پیدا بھی نہیں ہوتا لیکن اس کیلئے دعا کرنا، جائز علاج کرنا منع نہیں ہے یہ سمجھ لینا کہ جادوگروں نے بچے کی پیدائش روک لی ہے، یہ جائز نہیں یا میری روزی روک لی ہے، یہ تو نظریہ کفر ہے یہ تو کافرانہ عقیدہ ہے۔ ایسی خرافات اور ایسی فضولیات سے بچو۔ اللہ ہم سب کی، میری اور آپ سب کی، تمام احباب کی، تمام مسلمانوں کی اس سے حفاظت فرمائے اور یاد رکھو ذکر الٰہی عظمت الٰہی سے آشنا ہونے کیلئے ہے کسی کو کشف یا مشاہدہ ہوتا ہے تو عظمت باری سے آشنائی کا ایک سبب ہے، اللہ کریم کی عطا ہے، دوسروں پر خود کو بڑا ثابت کرنے کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ اپنی کم مائیگی کا احساس دلانے کے لئے ہے اللہ کریم ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

دعائے مغفرت

1۔ فیصل آباد سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی حاجی ظفر عالم
2۔ کوئٹہ سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی قاری محمد یونس کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمان
3۔ سرگودھا سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی محمد اختر کے والد محترم
4۔ راولپنڈی سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی محمد مسعود پور میانہ کی بیوی
5۔ لاہور سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی خان محمد صاحب
6۔ فیصل آباد سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی ایاز حسین فاروقی کی والدہ محترمہ

وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

گزشتہ سے پیوستہ

قولہ تعالیٰ: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ التوبہ:102

فرمایا بندے پر ایک مقام آتا ہے جب وہ اللہ اللہ کرتا ہے تو ایک دم سے کوئی بایزید بسطامیؒ نہیں بن جاتا۔ کبھی خطا کرتا ہے کبھی نیکی لیکن ایک استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ نیکی کی طرف شوق پیدا ہو جاتا ہے اور گناہ کو گناہ سمجھنے لگتا ہے گناہ کو نیکی نہیں سمجھنے لگتا یہ نفس لوامہ ہوتا ہے۔ نفس کے تین درجے قرآن نے بیان کئے ہیں۔ نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ۔ امارہ جو نرا برائی کی طرف دعوت دے۔ لوامہ جو برائی کو برائی مان کر ملامت کرے۔ مطمئنہ جو برائی سے خلاصی پا کر نیکی پر مطمئن ہو جائے۔ فرمایا سالک بھی اسی طرح گزرتا ہے کہ سلوک میں آنے سے پہلے تو امارہ کی گرفت میں تھا پھر لوامہ ہو جائے گا۔ کبھی نیکی دوڑ کر کرے گا کبھی سستی کرے گا حتیٰ کہ نور قلب اس میں راسخ ہو جائے گا۔ مجاہدہ کرے، لطائف روشن ہو جائیں، انوارات قوی ہو جائیں تو وہ اسے خود نیکی پر کاربند کر دیں گے لہٰذا میں پہلے بھی آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ مراقبات کا بڑا شوق ہوتا ہے ساتھیوں کو کہ مجھے بتاؤ میرے مراقبات کہاں تک ہیں۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ آپ کے کردار کی جتنی اصلاح ہوگئی ہے اتنے آپ کے مراقبات بلند ہیں اور جتنی باقی ہے وہ کمی پوری کرو تو یہی بات حضرت نے فرمائی کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداً وہ ذوق نہیں ہوتا کہ وہ نیکی پر مستقل کر دے اور برائی سے روکے۔ کبھی بندے سے لغزش ہو جاتی ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر نیکی کی طرف بڑھتا ہے لیکن اس حال سے آگے بڑھنا چاہیے۔ محنت کرنی چاہیے، انواراتِ قلب اور لطائف کے انوارات اور مراقبات کو مضبوط کرنا چاہیے تاکہ اس سے بھی نجات پا کر اطمینان کی سطح پر چلا جائے اور نیکی پر کاربند ہو جائے چونکہ ساری محنت اس لئے ہے کہ ہمیں خلوصِ قلب کے ساتھ ظاہری طور پر بھی اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا التوبہ:103

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے۔

"کیونکہ مال ہی تمام شہوات کا مادہ ہے پس حضور ﷺ کو ان سے اموال لینے کا حکم کیا گیا تاکہ ان کا اول مرحلہ تجرد ہو جس سے نفس کے قویٰ منکسر ہوں اور اس کی خواہشیں اور صفات ضعیف ہوں۔ اور وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط (اور ان کے لئے دعا کیجئے) میں امداد ہمت اور افاضہ انوار صحبت کا امر ہے۔ اور اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط (بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے) میں اس کا بیان ہے کہ یہ ہمت اور افاضہ ان پر نزول سکینہ کا سبب ہے۔ اور سکینہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقر ہوتا ہے اور توجہ الی الحق پر اس سے

ثبات ہوتا ہے اور بے استقلالی سے اس کے سبب نجات ہوتی ہے۔ یہ سب مضمون روح المعانی میں ہے۔ اوران آیات میں یہ امور بھی ہیں۔ اعتراف بالذنب کی فضیلت، معترف کا قبول عذر، اعمال مثلاً صدقہ وغیرہ کی برکات، شیخ کی برکات چنانچہ تزکیہ بواسطہ صدقہ کے آپ کی طرف منسوب کیا گیا۔ شیخ کو یہ ارشاد کہ مرید کو تسلی دیا کرے اس قول میں اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔"

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان کے مال سے صدقہ لیں۔ ان سے کچھ حصہ قبول فرمالیا کیجئے۔ دوسرا حکم دیا گیا کہ ان کے لئے دعا فرمائیے اور تیسرا نتیجہ یہ ظاہر کیا گیا کہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین کا موجب ہوگی۔ تو اس میں دلیل ہے کہ شیخ کو لینے کا لالچ نہ ہو لیکن مرید کو طمع ہو کہ وہ شیخ پر اپنی مرضی اور اپنی پسند سے خرچ کرے۔ شیخ کے ذمے ہے کہ اس کے لئے دعا بھی کرے، اسے سمجھائے بھی، سکھائے بھی اور ایک ہم دعا کرتے ہیں ہاتھ اٹھا کر یہ ہوتی ہے صورت دعا۔ ایک شئے کی صورت ہوتی ہے اور ایک اس کا اصل ہوتا ہے۔ دعا کی اصل یہ ہے کہ آپ کے دل میں کسی کے بارے کیا خواہش ہے۔ دراصل وہ دعا ہے۔ آپ دل سے کسی کو اچھا نہیں سمجھتے اور بظاہر لوگوں کو دکھانے کے لئے کہتے ہیں یا اللہ اسے مال بھی دے، صحت بھی دے اولاد بھی دے۔ یہ صورت دعا ہے اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی تو اس پر وہ نتیجہ مرتب ہوگا جو آپ کے دل میں ہے۔ تو حقیقت دعا وہ ہوتی ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ اگلے دن ایک مولانا نے بھی پوچھا۔ صورت دعا وہ ہوتی ہے جو لب پہ آتی ہے اور حقیقت دعا ہوتی ہے جو دل میں آتی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا ان کے لئے دعا بھی ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راضی ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشی محسوس کرنا ان کے لئے نزول رحمت کا سبب بھی بن گیا۔ تو کہتے ہیں اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ مرید کا تعلق شیخ سے جتنی محبت کا ہوگا اس محبت کے جواب میں اتنی محبت پائے گا جس سے اس کا نسبت کا فائدہ بھی ہوگا اور اس پر سکینہ بھی نازل ہوگی اور دنیا کا فائدہ بھی ہوگا۔

ظہور سیماء صالحین کا توبہ ہونے کی اصل

قولہ تعالیٰ: وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ التوبہ:105

ترجمہ: اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتے ہیں تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان۔

''وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں اشارہ ہے اس قول کی طرف جو حد توبہ میں علماء نے فرمایا ہے کہ تائب پر سیماء صالحین ظاہر ہونے لگے کیونکہ مومنین کی رویت اسی سے متعلق ہوسکتی ہے۔''

برائی سے توبہ کرلی اور اللہ اللہ کرنے لگ گیا تو اس میں نیکی کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں کیونکہ مومن کو تو وہی نظر آئیں گے کہ جہاں یہ فرمایا کہ اللہ دیکھے گا، اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھے گا، اللہ کے مومن بندے دیکھیں گے۔ تو مومن بندے کو تو اس کے آثار اور اس کا کردار ہی نظر آئے گا۔ تو فرمایا کہ توبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے عمل سے بھی نیکی ظاہر ہو خالی زبانی توبہ توبہ نہ کرتا رہے۔

مرید کے عذر کو قبول ورد کے درمیان معلق چھوڑ دینا

قولہ تعالیٰ: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ۔ التوبہ:106

ترجمہ: اور کچھ لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے

تک ملتوی ہے۔

''اس میں اس کی اصل ہے کہ بعض اوقات مرید کے معاملہ کو خوف ورجاء کے درمیان معلق چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے عذر کو نہ صریحاً قبول کیا جاتا ہے کہ اس میں نصیحت کا اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور نہ صریحاً رد کیا جاتا ہے کہ اس سے اول توحش ہوتا ہے پھر مایوسی پھر بُعد اور یہ سب اس کے لئے مضر ہیں''

فرمایا بعض لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان کا فیصلہ نہیں کیا فرمایا معلق چھوڑ دیا کہ دیکھیں گے۔ فرمایا یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے ہیں لیکن انہیں توفیق عمل نصیب نہیں ہوتی زبانی توبہ توبہ کہتے ہیں باتیں بھلی کرتے رہتے ہیں لیکن کام برے ہی کرتے ہیں۔ فرمایا اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا یہ خطرہ ہے۔ اس روش کو چھوڑ دینا چاہیے اور عملاً نیکی اختیار کرنی چاہیے۔

دین کو غرض فاسد آلہ بنانا

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا التوبہ:107

ترجمہ: اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچاوئیں۔

''اس سے اس شخص کے فعل کی شناعت ہوتی ہے جو دین کو اپنی غرض فاسد کا آلہ بناوے''

فرمایا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو جمع تو دنیا کرتے ہیں لیکن حوالہ دین کا دیتے ہیں، غرض پیسے جمع کرنا ہوتا ہے، نام دین کا استعمال کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کی اللہ کریم نے برائی بیان کی ہے کہ یہ انتہائی برے لوگ ہیں جو دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کو ذریعہ بناتے ہیں۔

امر مذموم کا سبب بننے سے ممانعت

قولہ تعالیٰ: لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا التوبہ:108

ترجمہ: آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔

کیونکہ آپ کا وہاں نماز پڑھ لینا اس کی ترویج وتقویت کا سبب ہو جاوے گا اور اس میں دلیل ہے کہ امر مکروہ شرعی کے لئے سبب بننے سے بھی تحرز ضروری ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اس مسجد میں تشریف نہ لے جائیں۔ تو فرماتے ہیں سالک کے لئے اس میں یہ مسئلہ ہے کہ بدعات ورسومات میں شامل نہ ہو کہ اس کے جانے سے لوگ یہ دلیل پکڑ لیں گے کہ فلاں آدمی تو بھلا اور نیک ہے وہ بھی تو اس میں شریک تھا اس کا مطلب ہے یہ کام اچھا ہے۔ اس میں برائی کی تائید ہوگی لہٰذا سالک کو بدعات اور رسومات میں شرکت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

جمعیت میں مکان واخوان کا دخل

قولہ تعالیٰ: لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ التوبہ:108

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے نفس میں صفاء وقت وطیب حال وذوق ووجدان کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے جو خلاف تقویٰ پر مبنی ہو کہ اس میں کدورت اور تفرقہ اور قبض کا اثر نفس میں پیدا ہوتا ہے۔''

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں تشریف لے جانے سے آپ ﷺ کے قدم رنجہ فرمانے سے وہاں کیا کیا حاصل ہوگا۔ نفس میں صفا اور رقت اور طیب حال اور ذوق وجدان کا اثر پیدا

ہوگا۔ یعنی اس میں برکت دنیاوی بھی ہے اور برکت ایمانی اور کیفیات قلبی اور ذوق میں بھی اضافہ ہے۔ جہاں حضور ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا تو اس سے آپ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سلوک میں صحبت صالحین کو بہت دخل ہے کہ صحبت سے بھی کیفیات مجاہدے سے زیادہ نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحبت نصیب ہوتو مجاہدہ چھوڑ دے۔ ایک بڑی خوبصورت بات جس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کئی آیات سے حضرت نے ثابت فرمایا ہے کہ صحبت بہت زیادہ مفید ہے لیکن یاد رکھو صحبت جتنی زیادہ مفید ہے اس میں اتنے زیادہ خطرات بھی ہیں۔ کثرتِ صحبت میں بنیادی کمزوری یہ آتی ہے کہ لحاظ ادب نہیں رہتا۔ یہ بڑا مشکل ہوتا ہے ایک بے تکلفی سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور جب شیخ کے ساتھ بے تکلفی ہوتی ہے تو سب کچھ ضائع کر دیتی ہے۔ یاد رہے شیخ برکات نبوی کے امین ہونے کے باعث اسی ادب کے مستحق ہیں جو برکات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے شیخ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے سبب اسی ادب کے مستحق ہیں۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلفی سے بات نہ کرو، آواز اونچی نہ کرو۔ تو شیخ سے صحبت میسر ہو تو صحبت کے آداب کا ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے۔ ایک ساتھی کوئٹہ ہوتا تھا وہاں سے چھوڑ چھاڑ کر حضرت کی خدمت میں آ گیا کہ میں یہیں رہوں گا اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ لیکن گمراہ ہو کر اور سلسلہ چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ جو کثرت صحبت تھی اس میں ایسی کوتاہیاں صادر ہوئیں کہ وہ بالکل ہی رد ہو گیا۔ تو صحبت سب سے زیادہ مفید ہوتی ہے لیکن بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اس میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ گاہے گاہے کرے ایک حد تک کرے اور شیخ کے پاس بیٹھنے کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس پر بھاری نہ ہو جاؤ جس طرح صحابہ کرامؓ سے ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے لئے بلائیں تو بیٹھے نہ رہو کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بات سے شرماتے ہیں لیکن اللہ حق بتانے سے نہیں شرماتا۔ اس طرح کی آیہ کریمہ ہے کہ کھانے کے لئے حضور نے دعوت دی۔ در دولت پر حاضر ہوئے۔ تو فرمایا کھانا کھایا فارغ ہو گئے۔ اب جاؤ بوجھ نہ بنو، بیٹھے نہ رہو۔ تو صحبت کا یہ بھی قرینہ ہوتا ہے کہ آپ آئے ایک مناسب وقت بیٹھے اور خوشی خوشی میں بشاش چہرے میں شیخ بھی ہو تو اٹھ جائیں۔ اس کے چہرے پر وحشت کے آثار آنے لگیں کہ اس نے تو میرا سارا دن ہی لے لیا۔ میرا وقت زیادہ لے گیا۔ تو سارے لحاظ رکھنے پڑتے ہیں اگر چہ صحبت بہت مفید ہے لیکن اپنی ساری شرائط اور آداب کے ساتھ۔

تصحیح

دسمبر 2012 کے المرشد کے شمارے میں صفحہ 46 پر غلطی سے لکھا گیا تھا "کہ ہر بندے کا قد اس کے اپنے (ہاتھ کا) ساڑھے چار ہاتھ ہوتا ہے جو کہنی سے ہاتھ تک کا پیمانہ ہے۔ جبکہ درست یہ ہے کہ بندے کا قد اس کے اپنے (ہاتھ کا) ساڑھے تین ہاتھ ہوتا ہے۔ (ادارہ)

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

سورۃ ھود آیات نمبر 84 تا 86

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ٥ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ٥ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَ مَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ٥

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ۔

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی حضرت شعیبؑ کو مبعوث فرمایا! اللہ کریم نے اکثر اقوام کا ذکر کرتے ہوئے ان میں جو انبیاءؑ مبعوث فرمائے انہیں اَخَاھُم، اخوھم ان کے بھائی کے لقب سے یاد کیا۔ حالانکہ قوم کافر تھی یا مشرک تھی بدکار تھی، تباہ ہوگئی تو پھر نبیؑ میں اوران میں کونسا بھائی چارہ رہا۔ یہ اخوھم کہنے سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی قوم میں کوئی غیر بشر مبعوث نہیں کیا گیا۔ باعتبار انسان ہونے کے، انسانیت کے ناطے سے نبیؑ بھی ویسے ہی انسان ہوتے ہیں جیسے دوسرے ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دوسرے اللہ سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور انبیاءؑ اللہ کے بہت قریب چلے جاتے ہیں۔ لیکن انسانی جو خصوصیات ہیں وہ تمام انبیاءؑ میں ہوتی ہیں اور یہ کہنا کہ نبیؑ بشر نہیں ہوتا اس کی نبوت کا انکار ہے کیونکہ سوائے عالم بشریت کے کسی دوسری مخلوق کو یہ نعمت نبوت عطا نہیں ہوئی۔ ہم بشریت انبیاءؑ کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ ہم خود کو بشر سمجھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں نبیؑ ہمارے جیسا تو نہیں ہونا چاہیے۔ ہم یہ نہیں سوچتے کہ ہم بشر ہیں بھی کہ نہیں۔ بشریت کا معیار انبیاءؑ ہیں۔ وہ بشر ہیں۔ جتنا ہم ان کے تابع ہیں اتنی بشریت ہم میں ہے جتنا ہم ان کی اطاعت سے باہر ہیں اتنی ہمارے میں انسانیت کی کمی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (الاعراف: 179) یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ جانوروں میں تو یہ شعور اور استعداد ہی نہیں یہ انسانی استعداد رکھتے ہوئے اس نعمت سے محروم ہیں۔

تو فرمایا! ثمود کے بعد ہم نے مدین میں ان کے بھائی شعیبؑ کو مبعوث فرمایا۔ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ؟ کم وبیش سوا لاکھ کے قریب انبیاءؑ اور رسل مبعوث ہوئے۔ تمام نبیوںؑ، تمام رسولوں کا پہلا جملہ یہی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ اب لوگ جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم ان کو تو اس لیے راضی کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب پہنچا دیں قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ؟ ہم بالذات ان کی پوجا نہیں کرتے۔ یہ تو نیک لوگوں کے بت ہیں انہیں چونکہ قرب الٰہی حاصل ہے تو ہم انہیں راضی رکھتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب پہنچا دیں۔ انسان ہر برائی کا جواز گھڑ لیتا ہے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ہر برائی کا جواز گھڑ لیتا ہے۔ لیکن عبادت ہے کیا؟

عبادت کی تشریح علماء نے جو رقمطراز فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ نفع کی امید یا نقصان کے اندیشے سے کسی کی اطاعت کرنا۔ یہ عبادت ہے۔ صرف نماز عبادت نہیں ہے، نماز بھی عبادت ہے۔ صرف روزہ عبادت نہیں ہے، روزہ بھی عبادت ہے۔ صرف حج عبادت نہیں، حج بھی عبادت ہے۔ لیکن ہمارا کوئی کام عبادت سے خالی نہیں ہے۔ ہر کام عبادت ہے۔ اب وہ عبادت کس کے لیے ہے؟ کس کی ہے؟ یہ الگ بات ہے۔ وہ کام ہم کس کی رضا کے لیے کر رہے ہیں؟ کس سے ہماری امید وابستہ ہے؟ یہ جو آپ روزانہ ایک بڑا معروف لفظ ہے سنتے ہیں خوشامد۔ دیکھتے بھی ہیں کس طرح لوگ بڑے بڑے لوگوں کی خوشامدیں کرتے ہیں اور کس طرح بچھ بچھ جاتے ہیں یہ بھی عبادت ہے۔ اب وہ اس فرد کی عبادت کر رہے ہیں کہ اس سے مجھے کچھ ملے گا۔ یہ ناراض ہو جائے گا تو میرا کچھ چھن جائے گا۔ تو انسانوں سے معاملات انسانی سطح پر رکھنا تو درست ہے لیکن کسی سے امیدیں وابستہ کر لینا یہ درست نہیں۔ یہ مقام اللہ کا ہے۔ اور یہ اتنی باریک بات ہے اس سے بچنا آسان نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ کسی کو توفیق دے۔ ہم تو ذرہ ذرہ سی بات پہ کسی سے ڈر جاتے ہیں کسی سے امید لگا لیتے ہیں جب یہ ساری امیدیں اللہ کے سوا سب سے ختم ہو جائیں۔ جب سارے خوف اللہ کے سوا سب سے ختم ہو جائیں۔ تب پتہ چلتا ہے کہ توحید باری ہے کیا؟ تو جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے یہ دعوت دی اعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ دوسروں سے معاملات کرو تم بھی مخلوق ہو، وہ بھی مخلوق ہیں۔ ان سے معاملات کرو، خوبصورتی سے کرو، اچھے طریقے سے کرو نہایت متین، سنجیدہ طریقے سے، شرافت سے کرو۔ لیکن امیدیں اس کی بارگاہ سے رکھو۔

مریدوں کو امیدیں پیر صاحب سے ہو جاتی ہیں۔ پیر صاحب کو امیدیں مریدوں سے ہو جاتی ہیں کہ میری حاجت روائی یہ کریں۔ عجیب سا انسانی معاشرہ ہے عجیب ماحول ہے۔ کوئی چاہتا ہے کہ میں بڑا بدنام ہو جاؤں تو میری دہشت پھیل جائے گی۔ کوئی چاہتا ہے کہ میں بڑا پارسا مشہور ہو جاؤں تو لوگ میری خدمت کریں گے۔ یہ ساری رکاوٹیں ہیں راہ حق کی۔ جب یہ سمجھ آ جائے کہ میں محض ایک بندہ ہوں۔ مالک اللہ ہے ساری خوبیاں اس کے لیے ہیں۔ میں محض ایک محتاج بندہ ہوں جس کی ساری امیدیں اللہ سے وابستہ ہیں۔ وہ مالک ہے جس حال میں وہ رکھے گا اس حال میں مجھے رہنا ہے۔ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کیوں کرنا ہے؟ اس لیے کہ اللہ کا حکم ہے، اللہ کے نبی ﷺ کا حکم ہے۔ مخلوق سے دین کے اندر، شریعت کے اندر تعلقات اس طرح رکھنے ہیں۔ اس لیے رکھنے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے۔ کسی پر احسان نہیں۔ مخلوق سے بگڑنا کس بات کے لیے ہے جس بات کا حکم اللہ دے۔ جتنا حکم دے اتنا بگڑنا ہے۔ اپنی خواہش کو دخل نہ دے۔ اب یہ بندہ خود بیٹھ کر تنہائی میں سوچے کہ کرنا کتنا مشکل ہے یا آسان ہے۔ تو سمجھ آتی ہے کہ یہ تو بہت مشکل ہے۔ چنانچہ شعیبؑ نے بھی قوم کو دعوت دی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اس کے سوا کوئی دوسری ایسی ہستی نہیں جو لائق عبادت ہے جس سے تم امیدیں وابستہ کرو، جس سے ڈرو، اہل مدین کا مسئلہ یہ تھا کہ یہ درختوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آج کل ہندوؤں میں وہ رسم ابھی تک جاری ہے یا ان لوگوں نے وہاں سے لی یا ان میں سے کوئی لوگ ادھر آ گئے۔ تو وہ درختوں کی پوجا کرتے تھے اور اس کے مختلف انداز بنائے ہوئے تھے۔ ان میں دوسری خرابی یہ تھی کہ لین دین میں بددیانتی کرتے تھے۔ یہ دونوں باتیں ہندوؤں میں مستقلاً پائی جاتی ہیں جو ان کے مزاج کا حصہ ہے۔ کسی زمانے میں سونے کا سکہ چلتا تھا، اس میں سے تھوڑا سا سونا کھرچ لیتے۔ تو تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہتے اور سکوں کو پوری قیمت پر چلا لیتے۔ جب مال دیتے تو تھوڑا سا کم ہوتا اور تول پورا دکھا کر دے دیتے۔ جب لیتے تو تھوڑا سا فالتو لے لیتے۔ یعنی اگر ایک سیر دینا ہو تو پندرہ چھٹانک دیتے اور اگر لینا ہے تو سترہ چھٹانک لیتے تو دونوں باتوں پر اللہ کے نبی نے توجہ دلائی کہ ایک بات تو یہ ہے کہ اپنی امیدیں اللہ سے وابستہ کرو اور اللہ کی اطاعت

کرو اور سب سے پہلے اللہ کے سوا دوسروں سے امیدیں چھوڑ دو۔ کوئی ہے ہی نہیں تم نے محض فرض کر رکھا ہے۔ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اور لین دین میں بد دیانتی نہ کرو۔ ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ میں دیکھتا ہوں تم بڑے آسودہ حال ہو۔ اللہ کی تم پر رحمت ہے مال و دولت تمہارے پاس ہے، اولاد ہے، آباد شہر ہیں، اچھے بھلے دولت مند ہو تو پھر یہ کیوں کرتے ہو کہ کسی کا حق مار لیا۔ حق سے زیادہ لے لیا۔ وَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ۔ مجھے تم پر ایسے عذاب کا ڈر ہے جو تمہیں گھیر لے گا، بے بس کر دے گا، تباہ کر دے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جس قوم میں ناپ تول میں کمی آجائے۔ کمی کا رجحان آجائے اس پر تنگ دستی مسلط کی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اسے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کہا گیا ہے۔ تنگ دستی، انتہائی تنگ معیشت اور اس کی انتہائی صورت یہ ہوتی ہے ایک تو تنگی یہ ہوتی ہے کہ چیزیں ملتی ہی نہیں۔ ملنا کم ہو جاتی ہیں لیکن اس کی آخری صورت میری رائے کے مطابق یہ ہوتی ہے کہ آپ کے پاس وسائل ہیں چیز نہیں ملتی۔ یہ بھی تنگی ہے کہ بندے کے وسائل کم ہو جاتے ہیں اس کے پاس پیسہ ہی نہیں ہے تو خریدے گا کیا؟ بازار بھرا پڑا ہے لیکن پیسہ پاس نہیں ہے تو نہیں خرید سکتا یہ تنگی ہے۔ لیکن عذاب الٰہی کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ پیسہ پاس ہے چیز نہیں مل رہی۔ جیسے آج کل پیسے جیب میں ہیں پٹرول نہیں مل رہا۔ پیسے جیب میں ہیں گیس نہیں مل رہی۔ پیسے دیتے ہیں بجلی نہیں مل رہی۔ بل دیتے ہیں پانی نہیں آرہا۔ دوا نہیں مل رہی پیسے دیتے ہیں دوا اصلی نہیں ملتی ہے۔ پیسے اصلی سے بھی دوگنا دیتے ہیں دوا نقلی ملتی ہے یہ ہے مَعِيْشَةً ضَنْكًا اس کا مطلب یہ ہے کہ شائد قومی طور پر ہم میں بھی یہ بد دیانتی آچکی ہے لین دین کے معاملے میں ہم بد دیانت ہو چکے ہیں۔ یہ عذاب الٰہی کی صورت ہے کہ قوت خرید ہے لیکن اشیائے ضرورت میسر نہیں ہیں۔

ہمارے دانش ور، ہمارے سیاستدان، ہمارے حکمران الیکشن میں بھی اور الیکشن کے بعد بھی بڑے بڑے نعرے لگا رہے ہیں کہ جی ہم یہ گرانی دور کریں گے اور لوگوں کو روزگار دیں گے بجلی وافر ہو جائے گی۔ صحیح ہے ہو جانا چاہیے۔ لیکن میرے بھائی علاج کا ایک طریقہ ہوتا ہے کہ پہلے بیماری کا سبب دریافت کیا جائے۔ بیماری کے اثرات نہیں۔ اثرات آپ دور کرتے رہیں۔ بخار ہے آپ اس کے اوپر برف رکھ دیتے ہیں وہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ برف پگھل جائے گی، بخار باقی رہے گا۔ یہ بخار تو کسی اور وجہ سے ہے باہر کی گرمی سے تو نہیں ہے۔ جلدی سے آپ نے برف رکھ دی جلد ٹھنڈی ہو گئی لیکن جب تک بخار کے سبب کو دور نہیں کیا جائے گا۔ بخار تو رہے گا۔ کسی زخم کی وجہ سے بخار ہے تو زخم کا علاج کرو۔ وہ ٹھیک ہو گا بخار بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اندر کوئی خرابی ہے کوئی گرمی سردی معدے میں ہے کوئی تکلیف اندر ہے خون میں کوئی خرابی ہو گئی ہے تو اس کا علاج کرو بخار ٹھیک ہو جائے تو یہ نہیں دیکھتے کہ اس ساری تنگی کا سبب کیا ہے؟ باقی علامات کا علاج، عارضی علاج ہے۔ صحیح علاج یہ ہے کہ وہ سبب جو ہے اس برائی کا، اس بیماری کا وہ دور کیا جائے، بیماری از خود دور ہو جائے گی۔

آج کے دور کو اپنی مادی ترقی پر بڑا ناز ہے لیکن ہم سے بہت پہلے جو قومیں گزری ہیں مادی ترقی میں ہم سے بہت آگے بھی تھیں۔ ایسے بھی حالات تھے۔ آج کل لوگ وہاں نہیں پہنچے۔ پچھلے دنوں ایک مادہ دریافت ہوا صدیوں کی دفن شدہ ایک بوتل سائنسدانوں کو مل گئی تو وہ سیال مادہ ایسا تھا کہ اسے ایک خاص قسم کے پتھر پر ڈالیں تو وہ پتھر نرم ہو جاتا اسے آٹے کی طرح گوندھ سکتے ہیں۔ اسے گوندھ کے مختلف شکلیں بنا سکتے ہیں۔ اور پھر اسے رکھیں تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ اب یہ کمال نوحؑ کی قوم کے پاس تھا۔ ان کے پاس بجلی تو نہیں تھی لیکن وہ سیال مادہ ان کی دریافت تھا اور انہوں نے ان پتھروں سے بڑے بڑے پلر اور مختلف قسم کی صورتیں بنائی تھیں جو دن میں چارج ہو جاتی تھیں اور ساری رات روشنی دیتی تھیں۔ گلیاں، بازار روشن رہتے تھے، سڑکیں روشن رہتی

تھیں سائنس سے تو وہ سیال مادہ ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا، بلکہ وہ جو ایک بوتل انہیں ملی تھی اس کا تجزیہ کر رہے تھے وہ بھی گر کر ضائع ہو گئی۔ لیکن سائنسدانوں کو یہ سمجھ آ گئی کہ وہ لوگ ان معاملات میں ہم سے بہت آگے تھے۔ اللہ کریم نے تمام انسانوں کو اذہان دیے ہیں وہ مادی چیزیں سوچتے ہیں۔ لیکن جب اللہ کریم سے دور ہو جائیں تو مادی ترقی گمراہ کا سبب بن جاتی ہے ان کی بھی گمراہی کا سبب یہی تھا کہ وہ مادی ترقی بہت کر چکے تھے اور جب نوحؑ اپنا بحری جہاز بنا رہے تھے تو وہ دیکھ کر مذاق اڑایا کرتے تھے کہ باباجی! صحرا میں جہاز چلائیں گے۔ کشتی بنا رہے ہیں تو ریگستان میں بنا رہے ہیں، ریت پر جہاز چلائیں گے۔ تو اس پر نہیں جانا چاہیے۔ مادی ترقی جتنی ہے یہ ذہنی ایجاد ہے اور یہ اللہ کی عطا ہے۔ چیزیں اس نے پیدا کی ہیں۔ یہاں تو کوئی ایک جملہ لکھ لے تو کہتا ہے میں اس جملے کا خالق ہوں، اس کتاب کا خالق ہوں، اس غزل کا خالق ہوں حالانکہ خالق وہ ہے جس نے چیزوں کو عدم سے وجود بخشا۔ ان وجودوں کو جمع کر کے ایک نئی چیز بنانے والا اگر خالق ہے تو پھر ساری عورتیں خالق ہیں جو چند مختلف چیزوں کو ملا کر مزیدار سالن بنا لیتی ہیں۔ ایسے ہی سائنسدان بھی مختلف چیزوں کو ملا کر کوئی نئی چیز بنا لیتے ہیں۔ خالق بہت وسیع المعنی لفظ ہے اور یہ صرف اللہ کریم کی ذات پر صادق آتا ہے۔ یہ اس کی صفت ہے۔ تو حضرت شعیبؑ نے انہیں فرمایا کہ تم لینے دینے میں بددیانتی کرتے ہو حالانکہ تم محتاج فقیر نہیں ہو۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی محتاج کے لیے بددیانتی جائز ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ محتاج لالچ کرے تو سمجھ میں آتا ہے۔ تم تو اچھے خاصے کھاتے پیتے ہو۔ ہر نعمت تمہارے پاس موجود ہے پھر ایسا تم کیوں کرتے ہو۔ اور فرمایا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم پر ایسا عذاب آ جائے گا جو جدھر جاؤ گے آگے کھڑا ہو گا۔

جیسے آج کل ہم، اللہ ہمیں معاف کر دے اور اس مصیبت سے نجات دے دے اور توفیق دے دے کہ ہم اپنی اصلاح کریں، ہم جدھر جائیں آگے سے مصیبت کھڑی ہے، کوئی چیز لینے جائیں کوئی چیز بیچنے جائیں کسی طرف کسی سمت منہ کرو علاج کے لیے جاؤ تو مصیبت ہے، کوئی کام کرنے جاؤ تو مصیبت ہے۔ پنشن لینے جاؤ، تنخواہ لینے جاؤ تو اگلے رشوت مانگتے ہیں کیا مصیبت ہے؟ کیا یہ عذاب الٰہی نہیں ہے کہ ایک شخص نے 20 سال 30 سال ملازمت کی پنشن اس کا حق ہے لیکن لینے جاؤ تو پھر رشوت دو گے تو ملے گی۔ نہیں تو دھکے کھاتے آؤ گے۔ تو یہ عذاب الٰہی ہے جس کا علاج ہے کہ ہم توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انشاء اللہ یہ سارے معاملات درست ہو جائیں گے، ہر کوئی دیانت امانت سے کام کرنا شروع کرے گا تو رشوت ختم ہو جائے گی۔ اور یہاں آپ روزانہ سنتے ہیں، پڑھتے ہیں اس میں اربوں کی بددیانتی ہوتی ہے، کروڑوں کی بھی کبھی نہیں سنی، ہر محکمے میں اربوں کی بددیانتی ہوتی ہے، اربوں کا گھپلا ہوتا ہے یہی حال رہے گا اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ صرف اوپر نہیں ہے عام آدمی کا بھی یہی حال ہے، بازار جاؤ! اچھی دالوں میں گھٹیا دالیں ملا دیں گے۔ اچھی گندم میں خراب گندم ملا دیں گے اور اعلیٰ قیمت پر بیچیں گے۔ قصاب مردار اٹھا کر لے آئیں گے اور تازہ گوشت کہہ کر بیچ دیں گے۔ خبر تھی کہ دو قصاب پکڑے گئے۔ باون یا چھپن من گوشت کہیں جنگل سے اٹھا کر لے آئے جو کہ مردار تھا۔ کیسی قوم ہے؟ کس بات پر کن نتائج کی ہم توقع رکھتے ہیں؟ بیچتے کیا ہیں؟ کاشت کیا کرتے ہیں؟ اور برداشت کیا کرنا چاہتے ہیں؟

تو یہ بات حضرت شعیبؑ نے قوم کو سمجھائی کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم آسودہ حال ہو اور مجھے ڈر ہے کہ باوجود آسودہ حالی کے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پیسے اٹھائے پھرتے رہو اور تمہیں کوئی چیز نہ ملے۔ یہ اللہ کا عذاب ہے تمہیں گھیرے اور تم پریشان ہو جاؤ۔ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اے میری قوم ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو، لینے میں بھی، دینے میں بھی، قیمت بھی پوری لو، مال بھی پورا لو، خریدتے ہو تو قیمت بھی پوری دو۔ اور مال بھی پورا لو اور انصاف کے ساتھ کرو۔ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ لوگوں کو کم چیزیں دینے کا

رجحان چھوڑ دو۔ ناپ تول میں کمی کا رجحان چھوڑ دو۔ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ کیونکہ یہ جو ناپ تول کی کمی ہے یہ زمین پر فساد بپا کر دیتی ہے۔ اور تم ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگ جاؤ گے۔ تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ گے۔ تباہی آجائے گی۔ اس سے توبہ کرو اور اپنی اصلاح کرو۔ آج کل یہ مسئلہ بھی ہمارا ہے کہ دہشتگردی ہو رہی ہے اور وزرائے کرام صرف فتویٰ دیتے رہتے ہیں کہ یہ جو مسلمانوں کو مار رہے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں حکمرانوں کا کام انصاف کرنا ہے، فتوے دینا نہیں اور جب کہیں کوئی قتل ہو جاتا ہے یا دہشتگردی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ ان کا کام مذمت کرنا نہیں ہے انصاف مہیا کرنا ہے۔ اپنا کام نہیں کرتے۔ مذمت کرتے ہیں بھلا اس کی تائید کون کرتا ہے؟ ساری دنیا اس کی مذمت کرتی ہے ایک بڑا کام ہے۔ تم نے بھی مذمت کی تو کیا تیر مارا۔

سو فرمایا وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ روئے زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ ناپ تول کی کمی، بددیانتی، علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی ناپ تول میں کمی ہے۔ کہ ایک آدمی تنخواہ پوری لے لیتا ہے اور کام پورا نہیں کرتا۔ کسی چیز کی اجرت پوری لے لینا اور اس کو بھرپور طریقے اور انصاف سے ادا نہ کرنا یہ ساری ناپ تول میں کمی ہے۔ خواہ وہ دفتر میں ہو یا ملازمت میں۔ ایک طبیب فیس لے لیتا ہے اور مریض کی پروا نہیں کرتا تو یہ سارا اس میں آجاتا ہے۔ وکیل فیس لے لیتا ہے اور مدعی دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ وہ کہیں پڑتال پر ہوتا ہے۔ کبھی کہیں ہوتا ہے۔ مدعی کے وہ قابو نہیں آتا۔ مجسٹریٹ تنخواہ لے لیتا ہے مقدموں کے فیصلے نہیں کرتا۔ جی چاہتا ہے تو دفتر آتا ہے نہیں تو کہہ دیتے ہیں صاحب میٹنگ میں ہیں۔ مجھے تو اللہ کا شکر ہے کہ کم جانا ہوتا ہے ایک دفعہ ڈی سی سے کام تھا میں ضلع دفتر گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ میٹنگ ہو رہی ہے۔ میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اندر سارے مجسٹریٹوں سمیت ڈی سی صاحب بیٹھے کرکٹ کا میچ دیکھ رہے تھے اور لوگ باہر خجل ہو رہے تھے تو یہ ساری اسی ناپ تول کی کمی میں آتی ہے۔ اجرت، اس کا معاوضہ دینے کا معاملہ جہاں بھی ہوتا ہے۔ اس میں ڈنڈی مارنا اسی کا مصداق ہیں۔ مارنے والے کو پتہ نہیں کہ میں نے کس کو مار دیا۔ مرنے والے کو پتہ نہیں کہ مجھے کس نے مار دیا، کیوں مار دیا؟ اب دہشتگردی روکنے کے نعرے لگ رہے ہیں۔ دعوے ہو رہے ہیں لیکن رکنے کا نام نہیں لیتی۔ اس کا اصل سبب کوئی تلاش نہیں کرتا۔ جو حکمران طبقے کی بددیانتیاں ہیں، عیاشیاں ہیں۔ بددیانتی ہے لین دین کی۔ عہدے، مراعات پوری لیتے ہیں کام پورا نہیں کرتے۔ عام آدمی سے بھی جس قدر ہو سکتا ہے وہ بھی اپنا پورا حصہ ڈالتا ہے۔ اب اس پر ایک وقت آتا ہے کہ فصل پک جاتی ہے اور یہ فصل پک گئی ہے اس کا پھل ہم سمیٹ رہے ہیں بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا دیا تمہارے لیے کافی ہے جو حلال وسائل سے جائز وسائل سے آتا ہے اس پر قناعت کرو، اللہ کی عطا سمجھو اور اس پر قناعت کرو وَ مَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ اور یہ یاد رکھو میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ میں تم پر داروغہ نہیں لگا ہوا کہ میں ہاتھ، کان سے پکڑ کر تمہاری اصلاح کروں۔ اپنی اصلاح خود کرنی ہے۔ میں نے کوئی ڈنڈا چلا کر تمہاری اصلاح نہیں کرنی۔ ہاں میرا کام ہے کہ اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دوں آگے معاملہ تمہارے اور تمہارے اللہ کے درمیان ہے۔ اگر تم توبہ کرو گے وہ غفور رحیم ہے۔ اپنی اصلاح کرو گے وہ عذاب اٹھا لے گا نعمتیں عام کر دے گا اگر باز نہیں آؤ گے تو عذاب بڑھتا جائے گا اور بالآخر تباہ ہو جاؤ گے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35180381

حقوق والدین

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب "حقوقِ والدین" سے مرتب کیا گیا

ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے

حدیثِ مبارکہ نمبر 21

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، حاضرین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (اس کی صورت یہ ہے کہ) کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے تو وہ پلٹ کر گالی دینے والے کے باپ کو گالی دیدے، اور کسی دوسرے شخص کی ماں کو گالی دے تو وہ پلٹ کر گالی دینے والے کی ماں کو گالی دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹، از بخاری ومسلم شریف)

تشریح:۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گالی دینے والے نے اپنی یا اپنے باپ کو تو گالی نہ دی لیکن چونکہ دوسرے سے گالی دلوانے کا ذریعہ بن گیا اس لئے خود گالی دینے والوں میں شمار ہو گیا، نہ کسی دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دیتا نہ وہ پلٹ کر گالی دینے والے کو باپ یا ماں کو گالی دیتا، خود گالی نہ دی لیکن دوسرے سے گالی دلوادی، اس کو حضور انور ﷺ نے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، اسی سے سمجھ لیا جائے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو خود اپنی زبان سے گالی دے گا ظاہر ہے کہ اس کا گناہ عام کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہوگا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ماحول کے اعتبار سے یہ بات بڑے تعجب کی معلوم ہوئی کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، اُن کے تعجب پر حضورِ اقدس ﷺ نے گالی کا ذریعہ اور سبب بننے والی صورت بتائی جو اس زمانہ میں پیش آسکتی تھی، لیکن ہمارے اس دور میں تو ایسے لوگ موجود ہیں خود اپنی زبان سے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں اور بُرے الفاظ اور بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

ماں باپ پر لعنت کرنے والا ملعون ہے

حدیث مبارکہ نمبر 22

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مخصوص کیا ہو، اور دوسرے مسلمانوں کو اس کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو، سوائے اس چیز کے جو میری تلوار کی نیام میں ہے، پھر (تلوار کی نیام سے) ایک نوشتہ نکالا جس میں یہ لکھا تھا کہ جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو زمین کی نشانی چُرائے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو کسی ایسے شخص کو ٹھکانا دے جس نے دینِ اسلام میں (عمل یا عقیدہ کے اعتبار سے) کوئی چیز نکالی ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (الادب المفرد ص ۱۵، للامام البخاری واخرجہ مسلم فی کتاب الاضاحی شریف)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں چند لوگوں پر لعنت کی گئی ہے:۔

اول وہ شخص جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔ یعنی جس طرح اللہ کی خوشنودی کے لئے قربانی کرتے ہیں یا حج میں جانور ذبح کرتے ہیں اسی طرح بت یا جس پر ذبح کے وقت اللہ کے سوائے کسی اور کا نام لیا جائے، ذبح کرنا تا کہ وہ خوش ہو، یہ لعنت والا عمل اور شرک جلی ہے۔

دوم ایسے شخص پر لعنت بھیجی جو زمین کی نشانی چرا لے، صحیح مسلم شریف میں لفظ "غیر" بھی وارد ہوا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو زمین کی نشانی کو بدل دے، یہ کام زیادہ تر دیہاتی کاشتکار کیا کرتے ہیں کھیتوں کے درمیان جو مینڈھ بنادی جاتی ہے، اُس کو کاٹ کر دوسرے کا کھیت اپنے کھیت میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں، اور کھیتوں اور زمین کے درمیان فاصلہ قائم کرنے کے لئے جو نشانیاں مقرر کردی جاتی ہیں، اُن کو چرا کر ضائع کر دیتے ہیں، یا اُن کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں تا کہ پتہ نہ چلے کہ کس کی زمین کہاں تک ہے، پھر موقع پا کر راتوں رات دوسرے کی زمین اپنی زمین میں ملا لیتے ہیں، کاشت کی زمینوں کے علاوہ شہری اور سکنائی جائیدادوں میں خورد برد کرنے کے لئے غلط نقشے بنوا کر پاس کرا لینا، پٹواری کو کچھ لے دے کر دوسرے کی زمین اپنے نام کروا لینا یہ سب اسی لعنت کے کام میں شامل ہے،

سوم:، اُس پر لعنت کی جو والدین پر لعنت کرے، اس کا مطلب واضح ہے، جہاں اُف کہنے کی گنجائش نہ ہو وہاں گالی دینے اور لعنت کرنے کی کہاں اجازت ہو سکتی ہے، بہت سے بے پڑھے لکھے مہذب لوگ اس گناہِ عظیم میں مبتلا ہوتے ہیں در منثور ص ۱۷۵، ج ۴ میں بھی یہ حدیث مستدرک کے حاکم کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں کہ یعنی اپنے ماں باپ کو ستائے اللہ اس پر لعنت کرے۔

چہارم: اس پر لعنت فرمائی جو کسی ایسے شخص کو پناہ دے جس نے دین میں کوئی بات اپنے پاس سے نکالی ہو، جو چیز اپنے پاس سے تجویز کر کے دین میں داخل کی جائے اُسے" بدعت" کہتے ہیں، بدعت اعتقادی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی، دونوں قسم کی بدعت شریعتِ اسلامیہ میں مردود ہے، جو شخص کسی شخص کو ٹھکانہ دے جس نے بدعت ایجاد کی ہو اس پر اس لئے لعنت کی کہ وہ بدعتی کا مددگار بن رہا ہے، اور بدعت کو تقویت پہنچا رہا ہے،

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے یہ جو فرمایا کہ ہم کو کسی ایسی چیز کے ساتھ حضور اقدس ﷺ نے مخصوص نہیں فرمایا جو دوسرں کو نہ بتائی ہو سوائے چند چیزوں کے، یہ اُن کے اپنے علم کے مطابق ہے ورنہ وہ چند چیزیں بھی اُن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں چونکہ یہ باتیں حضور اقدس ﷺ نے اُن کی اہمیت کے ساتھ بتائی تھیں، اور انہوں نے اس پرچہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ محفوظ رکھا تھا، اس لئے یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیں اُن کے ساتھ مخصوص کیا،

ایک گمراہ فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کے وصی تھے، اور اُن کو خاص باتیں بتائی تھیں، اس حدیث سے اُن کی تردید ظاہر ہے، اگر یہ باتیں اُن کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوتیں کہ دوسروں سے پوشیدہ کرنا مقصود ہوتا تو وہ خود کسی کو نہ بتاتے، پھر ان باتوں کو دیکھ لو، ان میں وصیت اور خلافت کا ذکر نہیں ہے،

ماں باپ کو قتل کرنے والا سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوگا

حدیثِ مبارکہ نمبر 23

ترجمہ:۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ قیامت کے

دن سب سے زیادہ عذاب والا وہ شخص ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کر دیا، یا جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کیا، یا، اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو بھی سب سے زیادہ عذاب ہوگا جس نے اپنے علم سے نفع حاصل نہ کیا۔ (در منثور ص ۴۷ا ج، ۴ مشکوٰۃ المصابیح از بیہقی)

تشریح:۔ جن لوگوں کو سب سے زیادہ شدید عذاب ہو گا اس حدیث پاک میں اُن کا ذکر ہے، اُن لوگوں میں وہ بھی ہے جو اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے، پُرانے زمانے میں صدیوں پہلے تو شاید اس کا تصور بھی نہ ہوسکتا ہوگا، کہ کوئی شخص اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے لیکن آج کل تو ایسے لوگ موجود ہو گئے ہیں جن کے لئے زمین و جائداد کے جھگڑوں میں ماں باپ کو موت کے گھاٹ اُتار دینا معمولی سے بات ہوگئی ہے چونکہ ماں باپ اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہیں، اور اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اس لئے اُن کے قاتل کو اُن لوگوں میں شمار فرمایا جو سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے،

ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے

حدیث مبارکہ نمبر 24

ترجمہ:۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہٗ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ موت سے پہلے دنیا والی ہی زندگی میں سزا دیدتے ہیں۔ (کذافی المشکوٰۃ ص ۴۲۱ عن البیہقی فی الشعب)

تشریح:۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا میں سزا پانے کا زیادہ مستحق ہو، ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے (اس کے لئے آخرت کی سزا ختم نہیں ہوجاتی بلکہ) اس کے لئے آخرت کی سزا بھی بطورِ ذخیرہ رکھ لی جاتی ہے، جب آخرت میں پہنچے گا تو وہاں بھی سزا پائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ستانے اور رشتہ داروں سے قطع رحمی کا برتاؤ کرنے کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے، آج کل مصیبتیں دفع کرنے اور بلائیں دور کرنے کے لئے بہت سے ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان اعمال کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں، اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

ماں باپ کو ستانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا

حدیث مبارکہ نمبر 25

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں احسان جتانے والا اور (ماں باپ) کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا داخل نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح از نسائی و دارمی ص ۴۲۰)

تشریح:۔ کسی کو کچھ دے کر یا کسی کے ساتھ کچھ اچھا سلوک کر کے احسان جتلانا گناہ ہے، اگر کسی کو صدقہ دے دیا پھر احسان جتا دیا تو اس سے صدقہ کا ثواب ختم ہوجاتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے (اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر یا ایذاء پہنچا کر برباد مت کرو) بہت سے لوگوں کو احسان جتانے کی عادت ہوتی ہے، ذرا سا کسی کے ساتھ کچھ سُلوک کر دیا اور ہزاروں من کے احسان کے پہاڑ رکھ دیئے، جس کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا تھا وہ پانی پانی ہوجاتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ

کاش اس کم ظرف سے میں کچھ کام ہی نہ لیتا جو آج احسان کے بوجھ سے دبتا، غریب کو اس قدر فائدہ نہ پہونچا جس قدر احسان جتانے سے ایذاء پہنچی، اور احسان جتانے والے کی باتوں سے سینہ چھلنی ہوا، اس حدیث مبارک میں فرمایا کہ احسان جتانے والا اور ماں باپ کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا، یعنی یہ لوگ جنت کے اولین داخل ہونے والے لوگوں کی فہرست میں نہ ہوں گے اگر اسلام پر خاتمہ ہوگیا تو سزا بھگت کر کسی وقت جنت میں جاسکیں گے۔ احسان جتانے کے عموم میں سب سے آگئے، رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر کے احسان جتائے یا غیر رشتہ داروں کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرے، بہر حال یہ حرکت بد ہے، اور گناہ ہے، جو جنت کے داخلہ سے روکنے والا ہے، اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا و آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے، جو لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں توبہ کریں، ماں باپ سے معافی مانگیں، اور آئندہ کے لئے عمل درست کریں، اور حُسن سلوک کا برتاؤ کریں۔

اس حدیث مبارکہ میں شرابی کا بھی ذکر ہے، اس کا یہ عمل جنت کے داخلہ سے روکنے والا ہے، جو لوگ اس حرام چیز کے پینے پلانے میں مبتلا ہیں وہ حدیث کے مضمون پر غور کریں، اور توبہ کریں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے یہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ والی چیز پئے گا وہ اس کو ضرور طینۃ الخبال سے پلائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا دوزخیوں کے (جلتے ہوئے) جسموں کا نچوڑ ہے (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ پئے گا میں اس کو اسی قدر پیپ پلاؤں گا، اور جو بندہ میرے ڈر سے شراب چھوڑے گا میں اسکو پاکیزہ حوضوں سے شرابِ طہور پلاؤں گا (رواہ احمد کمافی المشکوٰۃ شریف)

ماں باپ کی موت کے بعد حُسن سلوک اور ادائیگی حقوق کا اہتمام کس طرح کیا جائے؟

حدیث مبارکہ نمبر 26.

ترجمہ:۔ حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا، اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ کیا میرے ماں باپ کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں اُن کے ساتھ حُسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! (یہ چیزیں باقی ہیں) (۱) اُن کے لئے رحمت کی دعاء کرنا (جس میں نمازِ جنازہ بھی شامل ہے (۲) اُن کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا (۳) اُن کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے (۴) وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق سے ہو، اور ان کی رضا لئے ہو (۵) اُن سے محبت اور میل جول رکھنے والوں کا اکرام کرنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۰، از ابوداؤد، ابن ماجہ شریف)

تشریح:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی موت کے بعد بھی اُن کے ساتھ حُسن سلوک کرتے رہنا چاہئے، یعنی ایسے کام کرے جن سے ان کو نفع پہنچے، اور اطلاع ہو تو ان کی روح خوش ہو، سائل کے سوال پر حضورِ اقدس ﷺ نے پانچ کام ایسے بتائے جن کو ماں باپ کے بعد انجام دیا جائے تو اُن کے ساتھ حُسن سلوک میں شمار ہونگے۔

اول: یہ کہ اُن کے لئے رحمت کی دعا کی جائے، دوم اُن کے لئے مغفرت کی دُعاء کی جائے، مثلاً یہ دعاء کیا کرے اے رب میرے والدین کی مغفرت فرما وغیرہ سوم، اُن کے اُس عہد کو نافذ کرے جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اس کا مفہوم وسیع ہے، خصوصیت کے ساتھ اُن کی وصیت نافذ کی جائے جو انہوں نے موافقِ شریعت اپنے ترکہ سے حج بدل یا صدقہ خیرات کے لئے کی ہو۔ یا کسی غیر وارث کو کچھ دینے کو کہا ہو اس میں ہرگز کوتاہی نہ کی جائے، مرنے والے کی تجہیز وتکفین اور تدفین کے مصارف اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اُس کے 1/3 میں میت کو وصیت کرنے کا پورا پورا حق ہے، اگر کسی نے وصیت کی ہو تو وارثوں پر واجب ہے کہ اس کو پورا کریں، البتہ اگر کسی گناہ میں مال خرچ کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کا پورا کرنا گناہ ہے۔

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیت پوری نہیں کرتے، اُن کی وصیت کے مطابق جس قدر مال خرچ کرنا چاہئے یا تو اس پورے مال کو دبا لیتے ہیں، یا تھوڑا بہت خرچ کر کے دِکھلا وا کرتے ہیں کہ ہم نے وصیت پوری کردی۔ یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے وصیت کے مال کو دبانا حرام ہے، اور اُس کو اپنے کام میں لانا بھی حرام ہے جب شریعت مطہرہ نے ۲/۳ وارثوں کو دلا یا دیا ا/ ۳ میں وصیت نافذ کرتے ہوئے دل کو چھوٹا کرنا اور کنجوسی کا مظاہرہ کرنا وصیت کرنے والے پر بھی ظلم ہے اور اپنی ذات پر بھی چاہئے تو یہ تھا اگر ماں باپ وصیت نہ کرتے اور ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑتے تب بھی شریعت کے مطابق ان کے لئے اپنے پیسہ سے ایصالِ ثواب کرتے۔ لیکن جب انہوں نے مال چھوڑا اور وصیت بھی کی تو اس صورت میں وصیت نافذ نہ کرنا یا وصیت کے مطابق پورا مال خرچ نہ کرنا بہت بڑی قطع رحمی ہے۔

حدیثِ میں الفاظ" اِنفاذُ عَھدِھما" وارد ہوا ہے، عہد وصیتِ مالی کے علاوہ دوسری وصیتوں کو بھی شامل ہے، مثلاً انہوں نے کہا کہ میرے فلاں بچہ کو حفظِ قرآن کرا دینا، اور فلاں بچہ جس نے حفظ کرلیا ہے اُس کو عالمِ دین بنا دینا، یا فلاں لڑکی کی شادی فلاں دیندار سے کر دینا، یا یہ وصیت کی کہ ہمارے فلاں بہن یا بھائی کے لڑکے یا لڑکی سے شادی کر لینا، یا چھوٹے بہن بھائی کو ان کے یہاں سے بیاہ دینا اس سب کے مطابق عمل کیا جائے، بلکہ اگر کسی بات کی وصیت نہیں کی، مگر اندازہ ہے کہ اُن کی خواہش تھی یہ کام اس طرح سے ہو جائے تب بھی کر دینا چاہئیے، البتہ خلافِ شرع کوئی کام جائز نہیں ہے،

حضورِ اقدس ﷺ نے جو چند کام ایسے بتائے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ماں باپ کی موت کے بعد حُسنِ سلوک کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے اُن میں چوتھے نمبر پر فرمایا کہ (یعنی صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے ہو اور اُن کی رضا کے لئے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اصل رشتہ دار تو ماں باپ ہی ہیں، جن سے وہ پیدا ہوا ہے، اور دوسری رشتہ داریاں انہی کے رشتہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں، ناں کا بھائی ماموں ہے، اور اس کی بہن خالہ ہے، اور باپ کا بھائی چچا ہے اور اس کی بہن پھوپھی، اور باپ کے ماں باپ دادی دادا اور ماں کے ماں باپ نانی نانا ہیں، اور ان رشتہ داروں کے ذریعہ قریب اور دُور تک بہت سے رشتے نکلتے چلے جاتے ہیں، ان سب رشتوں کا واسطہ ماں باپ ہی ہیں، ان سب رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسبِ قوت وقدرت حُسنِ سلوک کرنا دینی کاموں میں بہت اہم کام افضل عمل ہے، رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرے، اس میں والدین کے

تعلق کا خیال رکھے، کہ یہ لوگ میرے ماں باپ کے رشتہ دار ہیں، میں اُن کے ساتھ حُسن سلوک کروں گا تو اُن کو خوشی ہوگی اور وہ مجھ سے راضی ہوں گے، حُسن سلوک تو انسان بہت سی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے۔لیکن ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ماں باپ کے رشتہ کے پیش نظر حُسن سلوک کرے۔

پانچویں نمبر پر فرمایا"یعنی ماں باپ سے میل جول رکھنے والوں کا اکرام کیا جائے ،یعنی حسب توفیق اُن کی مالی مدد کرے ، اُن سے بھلا بُھلا کرے ، مالی مدد کے علاوہ اُن کو کسی دوسری خدمت کی ضرورت ہو جو شرعاً جائز ہو تو وہ بھی انجام دے ، اور یہ نیت کرے کہ یہ میرے ماں باپ سے میل ومحبت رکھتے تھے۔اُن کے تعلقات کو برقرار رکھنا اور اُن کے ساتھ حُسن سلوک کا برتاؤ کرنا میرے ماں باپ کی خوشی کا باعث ہوگا،

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ"یعنی سب سے بڑے حُسن سلوک میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ باپ کی غیر حاضری میں (خواہ وہ وفات پا گیا ہو خواہ کہیں سفر میں چلا گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک کیا جائے (رواہ مسلم شریف)

رشتہ داروں کی صلہ رحمی کا ذکر فرمانے کے بعد جو فرمایا اس میں یہ بتایا ہے کہ رشتہ داروں کے علاوہ جو لوگ ماں باپ سے میل محبت رکھتے تھے اُن کے ساتھ اکرام واحترام کا معاملہ کیا جائے ، اور خدمت وحُسن سلوک کا برتاؤ کیا جائے حضورِ اقدس ﷺ تو یہاں تک خیال فرماتے تھے کہ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو پورے پورے اعضاء مثلاً پوری ران، پورا دست بھجوایا کرتے تھے ، (جبکہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کو برسوں گذر چکے تھے) بخاری ومسلم شریف

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بہت ہی غمگساری کے وقت ساتھ دیا تھا اس لئے آپ ﷺ کو اُن کا بہت خیال رہتا تھا، اگر وہ نہیں ہیں تو اُن کی سہیلیوں ہی کے ساتھ حُسن سلوک کر دیا ، یہ محبت کی نباہ اور وفاداری کی بہت بڑی مثال ہے کہ موت کے بعد بھی دلداری کا خیال رکھا ، عالم برزخ میں جب اطلاع ہوگی کہ میری نسبت سے کسی کو ھدیہ دیا تو روح کو بڑی خوشی ہوگی ۔

ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا گذرا، اس اعرابی کا والد حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا دوست تھا، اس کو پہچان کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس کو سواری کا ایک گدھا دے دیا اور سر سے پگڑی اُتار کر عنایت فرمادی بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ کیا اس کو دو ۲ درہم دے دینا کافی نہ تھا؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا (اعرابی کی حیثیت دیکھنا نہیں ہے، اپنے والد کی پاسداری منظور ہے) حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا، اس کو مت کاٹنا، ورنہ اللہ تعالیٰ تیرا نور بُجھا دے گا (الادب المفرد للبخاری شریف)

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی :تعلیم MSc آنرز ، برسرروزگار عمر 24 سال، درمیانہ قد، نیک سیرت۔ سلسلۂ عالیہ کی ساتھی کے لئے سلسلۂ عالیہ سے منسلک مناسب رشتہ درکار ہے خواہشمند حضرات اس نمبر پر رابطہ کریں۔

ڈاکٹر ذیشان بٹ

0333-9666326

0334-7780577

خواتین کا صفحہ

ام المؤمنین
حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی زینبؓ تھا۔ آپؓ کا سلسلہ نسب زینب بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبدالمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہے۔

پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت:۔

حضرت زینبؓ پہلے، حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی زوجیت میں تھیں جو حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور جلیل القدر صحابی تھے۔ (تذکار صحابیات)

جب 63ء میں جنگ احد ہوئی تو حضرت عبداللہؓ اس میں شریک ہوئے۔ لڑائی سے پہلے انہوں نے دعا مانگی، اے خالق کون ومکاں مجھے ایسا مدمقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غضب ناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں اور میرے ناک کان کاٹ ڈالے تاکہ میں تجھ سے ملوں اور تو پوچھے کہ اے عبد اللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے، تو میں عرض کروں، تیرے رسولؐ کے لئے۔

بارگاہ الٰہی میں ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ملہم غیبی نے انہیں شہادت کی بشارت دی۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا، میں دشمن سے لڑوں گا حتیٰ کہ وہ مجھے قتل کرے گا اور میرا مثلہ کرے گا۔ (تذکار صحابیات)

احد کے معرکہ کارزار میں حضرت عبداللہؓ اس جوش سے لڑے کہ ان کی تلوار ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ حضور ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک چھڑی عنایت فرمائی جس سے انہوں نے تلوار کا کام لیا اور اسی حالت میں لڑتے لڑتے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ مشرکین نے ان کی ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے اور ان کی یہ تمنا بھی پوری ہوگئی۔

حضور ﷺ سے نکاح:۔

حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا۔ حق مہر بارہ اوقیہ قرار پایا اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر تقریباً 30 سال تھی۔

وصال مبارک:۔ سرور کائنات کے عقد نکاح میں آئے ہوئے انہیں دو تین مہینے ہی گزرے تھے کہ پیغام اجل آ گیا۔ حضور ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور ﷺ کے ہاتھوں سے رخصت ہوئیں۔ دیگر تمام ازواج نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد وفات پائی (تذکار صحابیات) وفات کے وقت ان کی عمر 30 سال تھی (سیر الصحابیات)

ام المساکین:۔ آپؓ شروع ہی سے نہایت فیاض اور کشادہ دل تھیں۔ فقیروں اور مسکینوں کی امداد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتی تھیں بھوکوں کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلاتی تھیں۔ ان صفات کی وجہ سے لوگوں میں ام المساکین کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:۔ آپؓ کا نام بُرّہ تھا۔ قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تھیں۔ نسب نامہ یہ ہے برہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائد بن مالک بن جذیمہ (المصطلق)۔ آپؓ کے والد خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے اور رئیس عرب تھے۔ (ابن سعد۔ ج ۲ ص ۴۵)

پہلا نکاح:۔ حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں (بعض روایات کے مطابق اپنے چچازاد) مسافع بن صفوان المصطلقی سے ہوا تھا۔

غزوۂ مریسیع:۔ حضرت جویریہؓ کا باپ اور شوہر دونوں دشمن اسلام تھے۔ چنانچہ حارث (آپؓ کے والد) نے قریش کی ایما پر اپنے قبیلہ میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے مزید تحقیقات کے لئے بریدہ بن حصیب سلمیؓ کو روانہ کیا۔ انہوں نے واپس آ کر خبر کی تصدیق کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا اور ۲ شعبان ۵ھ کو مسلمانوں کی فوج مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی۔ اور مریسیع میں جو مدینہ سے ۹ منزل پہ ہے پہنچ کر قیام کیا۔ لیکن حارث کو یہ خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی اس لئے اس کی جمعیت منتشر ہو گئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا۔ البتہ مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انہوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے دفعتاً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ گیارہ آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہوئے جن کی تعداد چھ سو تھی۔ مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو تمام اسیران جنگ بھی بمطابق ابن اسحاق و دیگر کتب احادیث، لونڈی اور غلام بنا کر تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت جویریہؓ حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ چونکہ آپؓ قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں آپؓ کو لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ ہوا حضرت ثابت سے درخواست کی کہ مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ وہ راضی ہو گئے اور 9 اوقیہ سونے کا مطالبہ کیا (سیر الصحابیات، تذکار صحابیات)

حضور ﷺ سے نکاح:۔

حضرت جویریہ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ چاہا کہ کسی سے مانگ کر یہ رقم ادا کر دیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس بھی آئیں۔ حضرت عائشہؓ بھی وہاں موجود تھیں۔ حضرت جویریہؓ نے عرض کی مصیبت زدہ ہوں، آزاد ہونا چاہتی ہوں آپ ﷺ ازراہ کرم میری مدد فرمایئے۔

اختلاف:۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔

☆ ایک روایت کے مطابق تو یہی واقعہ بیان ہے کہ جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں تمہارا زر مکاتبت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں"۔ حضرت جویریہؓ اس پہ راضی ہو گئیں اور حضور ﷺ نے زر مکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

☆ دوسری روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد جو کہ

رئیس عرب تھے وہ ان کی گرفتاری کے بعد اپنی بیٹی کی رہائی کے لئے بہت سا مال واسباب اونٹوں پہ لاد کر عازم مدینہ ہوئے۔ راستہ میں دو اونٹ جو انہیں پسند تھے۔ عقیق کے مقام پر ایک گھاٹی میں چھپا دیئے اور باقی اونٹ اور مال واسباب لے کر مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کی "آپ ﷺ میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں یہ سب مال واسباب لے لیں اور اسے رہا کر دیں"۔ حضور ﷺ کو غیب سے اطلاع ملی کہ یہ شخص دو اونٹ اثناء راہ میں چھپا آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا "جو دو اونٹ تم چھپا آئے ہو وہ کہاں ہیں"؟ تو حارث نے اسی وقت حضور ﷺ کے قدم مبارک چومے اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر جب انہیں یہ علم ہوا کہ حضرت جویریہؓ لونڈی نہیں بنائی گئیں بلکہ حرم نبوی ﷺ میں داخل کر لی گئی ہیں تو بیحد مسرور ہوئے اور بیٹی سے مل کر شاداں اور فرحاں واپس گھر لوٹ گئے۔

☆ ابن اثیر کی ایک روایت جس کو سب سے زیادہ واضح مانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ جو کہ ایک سردار تھا ان کی گرفتاری کا معلوم ہونے پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے میں اپنے قبیلے کا سردار اور رئیس عرب ہوں، آپ ﷺ اس کو آزاد کر دیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہ فیصلہ خود جویریہؓ کی مرضی پہ چھوڑ دیا جائے"۔ حارث نے جا کر حضرت جویریہؓ سے کہا کہ "محمد ﷺ نے تیری مرضی پہ رکھا ہے دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں"۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

☆ ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زرفدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ (طبقات: ج۸ ص ۸۴)

ان کا نام پہلے برہ تھا جو آپ ﷺ نے بدل کر جویریہؓ رکھا۔ (صحیح مسلم۔ جلد ۲۔ ص ۲۳۱)

اسیران جنگ کی رہائی:۔

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح کر لیا تو تمام اسیران جنگ جو فوج میں تقسیم ہو چکے تھے کو صحابہ کرامؓ نے قرابت نبوی ﷺ کا پاس کرتے ہوئے رہا کر دیا۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

"میں نے جویریہؓ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلہ کے لئے اس قدر باعث رحمت نہیں پایا"۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۲۰)

انکی بدولت بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔

زہد و عبادت:۔

حضرت جویریہ نہایت عابد اور زاہد تھیں۔ رسول کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو انہیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے انہیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت میں مشغول پایا، دوپہر کو پھر ادھر سے گزرے تو حضرت جویریہؓ کو پھر اسی حالت میں پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم اکثر اسی حالت میں رہتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا "بے شک یا رسول اللہ ﷺ" (صحیح ترمذی)

ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو وہ روزے سے تھیں آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے دریافت کیا "کیا کل بھی روزہ سے تھیں"۔ بولیں "نہیں" آپ ﷺ نے پوچھا تو کیا کل روزہ رکھو گی؟ جواب ملا "نہیں" تو ارشاد ہوا کہ پھر تم کو افطار کر لینا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کو ان سے محبت تھی ایک مرتبہ ان کے ہاں گئے تو پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟

انہوں نے عرض کی، میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

فرمایا "اسے اٹھالاؤ کیونکہ جس کو صدقہ دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا ہے۔ (صحیح مسلم۔ جلدا۔ ۴۰۰)

وفات:۔ حضرت جویریہؓ نے ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۶۵ برس تھی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حلیہ:۔ حضرت جویریہؓ بہت خوبصورت اور موزوں اندام تھیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

کانت امراة حلوه ملاحة لا یراها احد الا اخذت بنفسه (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۲۰)

ترجمہ:۔ یہ بہت خوبصورت خاتون تھیں جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا۔

اخلاق:۔ عبادت سے بہت شغف رکھتی تھیں۔ نیز حضرت جویریہؓ کو اپنی عزت نفس کا بھی بہت خیال تھا۔ چنانچہ اسیر ہونے پر اپنی آزادی کیلئے انہوں نے حتی الامکان کوشش کی۔

فضل وکمال:۔

آنحضرت ﷺ سے چند احادیث روایت کیں۔ ان سے حسب ذیل بزرگوں نے سنی ہیں۔ ابن عباسؓ، جابرؓ، ابن عمرؓ، عبیداللہؓ، السباقؓ، طفیلؓ، ابو وہاب مرانجیؓ، ابن المطلق، عبداللہؓ بن شداد بن الہاد، کریبؓ۔

(صفحہ 47 سے آگے)

شیخ اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ صدق لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اس وقت ایسی ہو کہ جیسے کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو۔ اور کوئی بھی اس کو بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔ اسم اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑے ضبط وتحمل اور بڑی اہلیت کی ضرورت ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسم اعظم آتا تھا ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجیے ان بزرگوں نے فرمایا اچھا فلاح جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقع وہاں پیش آئے اس کی مجھے خبر دو فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسم اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسم اعظم سیکھا تھا۔

(فضائل ذکر 429/35)

حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ سے تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

(فضائل ذکر 431/47)

ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (اللہ جل شانہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(فضائل ذکر 447/63)

ذکر دل پر مسلط ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ذکر دل میں رچا بسا ہو ہر وقت اور ہر حال میں دل میں اللہ کی یاد ہو۔ اس کا حصول ذکر قلبی سے ممکن ہے۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر: 3

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گزشتہ سے پیوستہ

تحریر: ع خان، لاہور

شام کا دوسرا سفر:۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی تو ایک دن حضرت خدیجہؓ جو کہ آپ ﷺ کے قبیلے قریش کی ایک مال دار بیوہ خاتون تھیں اور تاجروں کو اپنا مال تجارت دے کر دوسرے علاقوں میں بھیجا کرتی تھیں، نے آپ ﷺ کی سچائی، دیانتداری، حسن معاملہ اور اخلاق کا سن کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اس دفعہ آپ ﷺ میرا مال شام کی طرف تجارت کے لئے لے جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی پیش کش کو قبول فرمالیا اور شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ شام پہنچ کر آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا پاس ہی ایک عبادت خانہ تھا، وہاں کے راہب نے میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میسرہ نے بتایا کہ قریش اہل حرم کے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے آج تک نبی کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے قیام نہیں کیا۔

اس سفر سے آپ ﷺ خوب نفع لے کر واپس آئے۔ راستے میں میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو بادل آپ ﷺ پر سایہ کر لیتے تھے۔ مکہ واپس پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کا مال جب ان کے حوالے کیا تو حضرت خدیجہؓ نے دیکھا کہ وہ تو تقریباً دوگنا ہے۔ پھر میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو راہب والا واقعہ سنایا اور ساتھ بادلوں کے سایہ کرنے کا بھی بتایا۔ میسرہ آپ ﷺ کے حسن اخلاق، سچائی اور دیانتداری سے بھی بے حد متاثر تھا۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی:۔

یہ سارے واقعات سن کر حضرت خدیجہؓ اپنے ایک رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو عیسائی مذہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے ساری بات سن کر کہا کہ اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو حضرت محمد ﷺ اس امت کے نبی ہیں، اور مجھے آسمانی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس امت میں ایک نبی آنے والے ہیں اور ان کا زمانہ یہی ہے۔ حضرت خدیجہؓ بے حد سمجھدار خاتون تھیں سو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سعادت عطا فرمائی کہ ان کے دل میں یہ بات آگئی اور انہوں نے آپ ﷺ کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس بات کا ذکر کیا اور یوں آپ ﷺ کا نکاح مبارک حضرت خدیجہؓ سے ہوگیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔

تعمیر کعبہ کی تجدید:۔

بچو! تجدید کا مطلب ہے کسی کام کا دوبارہ کرنا۔ ہوا یوں کہ سیلاب آجانے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور قریش کو دیواروں کے گر جانے کا خطرہ ہونے لگا۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ آپ ﷺ بھی دوسروں کے ہمراہ پتھر اٹھا اٹھا کر تعمیر کرنے والوں کو دیتے رہے۔ جب تعمیر حجر اسود کی جگہ تک پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر وہ رکھے۔ قریب تھا کہ ان میں خوفناک لڑائی شروع ہو جاتی۔ اتنے میں قوم کے

سمجھدار لوگوں نے مشورہ دیا کہ جو شخص کل صبح سویرے سب سے پہلے باب شیبہ (مسجد حرام کا ایک دروازہ) سے داخل ہوگا وہی اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ فجر کے وقت سب سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ اس دروازے سے داخل ہوئے۔

جب لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ ہمارے نزدیک امین اور دیانتدار ہیں۔ ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہوگا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے صورتحال بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ۔ لہٰذا کپڑا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجرِ اسود کو کپڑے پر رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلے کا آدمی اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لے اور حجرِ اسود کی جگہ پر لاکر اوپر اٹھائے۔ چنانچہ جب کپڑا حجرِ اسود کی اونچائی تک لایا گیا تو آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے حجرِ اسود کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں آپ ﷺ کی حکمت و دانائی اور معاملہ فہمی کی وجہ سے تمام لوگ بھی شامل ہو گئے اور ایک بڑی لڑائی بھی ہونے سے بچ گئی۔

وحی کی ابتداء:۔

پیارے بچو! وحی اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر فرشتے حضرت جبرائیلؑ انبیاء کرامؑ کے پاس لے کر آیا کرتے تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً چالیس سال کی ہوئی تو آپ ﷺ کو سچے خواب دکھائی دینے لگے۔ آپ ﷺ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو وہ واضح اور صحیح ثابت ہوتا۔ ایسا تقریباً چھ ماہ تک ہوتا رہا۔ اسی زمانے میں آپ ﷺ کو تنہائی میں رہنا پسند آنے لگا چنانچہ آپ ﷺ چند دن کا کھانا پینا لے کر پاس ہی کے ایک پہاڑ کے غار میں تشریف لے جاتے۔ اس غار کا نام غارِ حرا ہے۔ غارِ حرا میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پورے چالیس ہوگئی تو جبرائیلؑ آپ ﷺ کی خدمت میں نبوت کی خوش خبری لے کر حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا اقراء یعنی پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے تین مرتبہ کہا اقراء اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا پھر انہوں نے کہا:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ O خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ O

اور یوں آپ ﷺ پہ پہلی وحی نازل ہوئی۔ اس دوران حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر یوں بھینچا کہ آپ ﷺ کو اپنی سانس مبارک رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ گھر واپس تشریف لے آئے تو گھبراہٹ کے عالم میں حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو چادر اوڑھا دی اور آپ ﷺ کو بے حد تسلی دی۔ پھر آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ انہوں نے ساری بات سننے کے بعد کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی اللہ کی وحی لے کر آیا کرتا تھا۔ کاش میں آپؐ کی نبوت کے وقت نوجوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو آپ کے وطن سے نکال دے گی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا میری قوم والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں آج تک کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جو آپؐ کی طرح نبوت لے کر آیا ہو اور اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو میں آپ کی زبردست مدد کروں گا۔ لیکن اس واقعہ کے چند دن بعد ہی ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا۔

(جاری ہے)

زبان وحروف کی تلخیاں

پروفیسر افتخار احمد مظہر

انسانی زندگی نشیب و فراز سے مزین ہے۔ ہر انسان زندگی گزارنے کیلئے ایک مقصد اور منزل کا تعین کرتا ہے اور شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے طے شدہ نصب العین کے مطابق اچھائی اور برائی کا معیار مقرر کر لیتا ہے۔ پھر زندگی بھر اسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کامیابی کیلئے تگ و دو کرتا رہتا ہے اور یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس کا نیکی اور بدی کا معیار حقیقت پر مبنی ہے بھی یا نہیں، خواہشات نفس کی تکمیل کیلئے شب و روز کوشاں رہتا ہے۔ حرص و ہوس کی چاٹ اسے سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتی۔ اور زیادہ تر ایسی چیزوں کی خواہش میں سرگرداں رہتا ہے جو اس کی دسترس میں نہیں ہوتیں مثلاً زندگی، جسے ہم اپنا سمجھتے ہیں وہ بھی یقیناً ہماری دسترس میں نہیں۔ مگر ہم زیادہ سے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی تمنا میں حقیقت سے آنکھیں بند کئے جو دل میں آتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں۔ سب کا اپنا اپنا آسماں ہے۔ پھر اپنے حصے کی دھوپ کو آنگن میں آنے سے بھلا کون روک سکتا ہے اس کے باوجود ہم دوسروں کی چھاؤں چھیننے کے درپے رہتے ہیں۔ آخر کیوں؟

کاش! ہم موت سے پہلے پہلے اس حقیقت کا ادراک کر لیتے کہ کسی کی تھوڑی سی چھاؤں اس دنیا میں چھین لینے سے حشر کی ساری دھوپ برداشت کرنا پڑے گی۔ جس کی تپش سے بچنے کیلئے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ہماری زبان کی ذرا سی جنبش کی تلخی کسی کی زندگی میں زہر گھول دے۔ تو پھر بھی ہم اپنی بے سکونی کا سبب تلاش کرتے رہتے ہیں اور یونہی کسی کی صبح کو ہم اندھیروں کی نذر کر کے سوچتے ہیں۔ آخر ہماری شام ڈھلتی کیوں نہیں؟ مذاق مذاق میں ہم کسی کی امنگوں کا خون کر کے قہقہے لگانا نہیں بھولتے۔ جو بظاہر ذوق طبع اور بے ضرر سی بات ہے لیکن شاید کسی کی تباہی کا سامان بن جائے۔

ذرا سوچئے! کیا معاشرے میں یہی کچھ نہیں ہو رہا اپنوں کی جلی کٹی باتیں! غیروں کے ناروا رویے! چھوٹوں کی بدتمیزی اور بڑوں کی زہر آلود باتیں! ان سب سے آنکھیں بند کر کے ہم حیران ہوتے ہیں۔ آخر جرائم کی شرح میں اتنا اضافہ کیوں ہوتا جا رہا ہے؟

اپنی کوتاہیوں اور عیبوں سے قطع نظر معاشرے کی بگڑتی ہوئی حالت کا سبب دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ کسی پر طنزیہ ہنستے وقت ہمارے گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ ہماری ہنسی اس کی موت کا سبب بھی بن سکتی ہے! ہمیں احساس تک نہیں کہ ہماری اس روش نے کتنے ہی رنجیدہ افراد کو خودکش حملوں تک پہنچا دیا۔

کاش! ہمیں بے قصور انسانوں کے جسموں اور املاک کو جلا کر راکھ کر دینے والی آگ میں پوشیدہ وہ خوفناک آگ بھی نظر آ جاتی جو ہماری وجہ سے کسی کے دل اور دماغ میں بھڑکی اور اس نے سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ کیا ہم میں سے کسی نے اس طرف بھی غور کیا؟ ہم مجرم کو تو الزام دیتے ہیں مگر جس نے اسے مجرم بننے پر مجبور کیا۔ اسے کبھی نہیں پوچھا آخر ایسا کیوں ہے؟

اساتذہ اپنے شاگردوں پر طنز کرتے ہوئے کبھی نہیں سوچتے! مائیں ہیں کہ اپنے بچوں کو ذرا ذرا سی بات پر کوسنے لگتی ہیں! بزرگ نوجوان نسل کو اٹھتے بیٹھتے نافرمانی کے طعنے دیتے نہیں تھکتے! خود ساختہ علماء مغرب سے مرعوب لوگوں پر کفر کے فتوے دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے! (جبکہ خود اسی مغرب سے پونڈ اور ڈالر اکٹھے کرنے کیلئے وہاں کے دورے کرنے کو ایک اعزاز سمجھتے ہیں) جعلی ڈگریوں والے بددیانت لیڈر کرسیوں کے حصول کیلئے عوام سے جھوٹے وعدے کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے! نوکروں کی معمولی کوتاہیوں پر ان سے بدسلوکی کرنے والے امراء اپنے غلیظ گریبانوں میں جھانکنا گوارا نہیں کرتے!

کاش! ہم اپنے منفی کردار اور تلخ رویوں کا کبھی تو جائزہ لیتے لیکن ہمیں تو کسی نے غور وفکر کی عادت ہی نہیں ڈالی۔ صرف سریں لگا کر اپنی خوش الحانی کے جوہر دکھائے جاتے ہیں اور وقت بے وقت نعرے لگوا کر اپنی واہ واہ کے قصیدے لکھوائے جاتے ہیں دوسروں پر طنزیہ جملے کسنے اور ان کی عیب جوئی کے من کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

افسوس! ہم اپنی پہچان تک بھول چکے ہیں۔ اپنی من مانیوں میں اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ کبھی اس عظیم ہستی کی طرف مڑ کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی جس کا دنیا میں تشریف لانے کا مقصد ہی شفقت، محبت اور رواداری کے ذریعے انسانوں کی اصلاح کرنا تھا انہوں نے کبھی اپنی ازواج مطہرات، اپنی پیاری بیٹیوں اور اپنے غلاموں کو کسی غلطی پر ڈانٹ تک نہیں پلائی۔ اپنے زیر تربیت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو کبھی کوئی طعنہ نہیں دیا۔ کبھی چھوٹوں کو اس طرح نہیں ڈانٹا کہ وہ باغی ہو جاتے۔ کسی کے اعمال میں کوتاہی دیکھ کر کبھی کفر کا فتویٰ نہیں صادر فرمایا۔ بھری محفل میں کسی کو نشانہ نہیں بنایا۔ کسی کی غلط روش پر اس سے نفرت نہیں کی۔ بلکہ اس کی اصلاح کی کوشش فرمائی۔ جب آپ ﷺ نے یہ سب کچھ نہیں کیا۔ تو ہمیں ایسا کرنے کا جواز کہاں سے ملا؟ ہم کیوں ان کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں جو سراپا رحمت تھے، انتہائی شفیق و مہربان، نرم دل، سب سے محبت کرنے والے اور کریم تھے؟

جب آپ ﷺ تمام عالمین میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا رتبہ رکھنے کے باوجود انتہائی مہربان اور شفیق ہیں۔ تو ہم جیسے حقیر انسانوں کو یہ اختیار کس نے دیا کہ خلق خدا کی توہین کریں اور ہم آپ ﷺ کا یہ فرمان کیوں بھول جاتے ہیں کہ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں"۔ کیا ہمیں یہ زعم ہے کہ ہماری اولاد ہے جو چاہیں سلوک کریں۔ یا ہمارے شاگرد ہیں جیسا مرضی ہو ان سے برتاؤ کریں۔ ہمیں کون پوچھنے والا ہے؟ ہم اپنے اس باطل کردار کے دوران اس عظیم ہستی کو کیوں بھول جاتے ہیں جس کے یہ امتی ہیں۔ اور اس عظیم ترین ہستی کو کیوں فراموش کر دیتے ہیں جس کے یہ بندے ہیں؟ ہم نے جب سے محبتوں کی بجائے نفرتوں کو گلے لگانا سیکھ لیا ہے۔ رحمت الٰہی ہم سے روٹھ گئی ہے لیکن اس کے باوجود اگر اپنی اصلاح کی فکر اور ماضی میں جھانکنے کی فرصت ہو تو چراغ آج بھی جل رہے ہیں۔ اپنی زندگی کے سیاہ دنوں کے کچھ لمحات روشن کرنے کیلئے عقل و شعور کے دریچے کھول کر دیکھئے!

غار حرا سے غار ثور تک، مسجد قبا سے مسجد نبوی تک، غزوہ بدر سے فتح مکہ تک اور حجۃ الوداع سے الوداعی لمحات تک! پھر ایک ایک لمحے سے سوال کیجئے! یہ جاننے کیلئے کہ وہ کب اور کہاں کہاں تڑپ کر روئے اور کس کیلئے روئے؟ یقیناً آپ جان جائیں گے وہ اپنی امت کے ہم جیسے گنہگاروں کیلئے روئے جو انہیں بہت حد تک بھلا بیٹھے ہیں۔

سبحان اللہ! جب آقا ﷺ اتنے کریم ہیں تو رب کتنا مہربان ہوگا۔

آقا کریم ﷺ اور رب اس سے بھی ہے کریم
پھر کیوں ہیں بے وفائیاں اپنے نصیب میں

کیا ہمیں ان دونوں عظیم ہستیوں پر یقین نہیں ہے؟ یا کہیں شک وشبہ کی گنجائش ہے؟ جو ان کا عطا کردہ سیدھا راستہ چھوڑ کر ہم نے بغاوت کی راہ اختیار کر لی ہے۔ اور دن بدن ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہم نے راہ ہدایت سے منہ موڑ لیا ہے بلکہ اپنا رخ اس کی مخالف سمت میں کر لیا ہے۔ کیونکہ ہمارا پیارا رب تو فرماتا ہے کہ میرے بندوں کی یہ نشانی ہے (سورۃ الفتح:29) أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ یعنی "وہ کفار کیلئے انتہائی سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں" لیکن شاید ہم اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں اور عملی طور پر ہماری حالت یہ ہے کہ "ہم آپس میں ایک دوسرے کیلئے نہایت سخت اور کفار کیلئے انتہائی مہربان ہیں"۔ ہمارے موجودہ حکمران اور قوم کی اکثریت اس کردار کی جیتی جاگتی عملی تصویر ہیں۔

یہ سب کچھ اس لئے کہ ہم سب موروثی مسلمان ہیں۔ جو کچھ والدین اور ماحول سے ملا۔ اس سے اندھوں اور بہروں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنی ساری صلاحیتیں اس غیر حقیقی وراثت کی حفاظت کیلئے وقف کر رکھی ہیں۔ کاش! ہم نے یہ صلاحیتیں دین اسلام کی حقیقت کو سمجھنے، سیکھنے اور عقیدے اور اعمال کی اصلاح کیلئے استعمال کی ہوتیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت نہ کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی اقدار کی بے حرمتی اور بے قدری میں عامۃ المسلمین کی نسبت دیندار طبقہ زیادہ ملوث ہے۔ اور کیونکہ لوگ انہی کی تقلید کرتے ہیں اس لئے معاشرے کے بگاڑ کی اصل ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ دوسروں کی علی الاعلان کردار کشی اور اپنے حق میں نعرے لگوانا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور یہی کردار باہمی نفرتوں کا باعث ہے۔ ہم نے نہ صرف راستہ کھول دیا ہے بلکہ منزل کے نشانات بھی گم کر دیے ہیں کیونکہ ہر کوئی خود کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگا ہے۔ جو یقیناً تکبر اور غرور کی علامت ہے۔ حالانکہ زمین پر رہتے ہوئے آسمان بننے کی خواہش تکبر سے نہیں عاجزی اور انکساری سے پوری ہو سکتی ہے۔ شاید ہمیں ابلیس کا متکبرانہ انجام بھول گیا ہے۔ جس نے اسے عرش الٰہی کی بلندیوں سے لعنت کے طوق کے ساتھ ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا اور وہ عزازیل سے شیطان لعین بنا دیا گیا۔

سوچیئے! منزل مقصود کی جانب جانے والے وہ راستے ہم نے کہاں کھو دیے۔ جن کی نشاندہی ہمارے پیارے آقا ﷺ نے کی تھی؟ ذرا مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث مبارکہ پر تو غور کیجئے! اور انداز لگائیے! اگر یہ چھوٹی چھوٹی برائیاں اتنی بے ضرر ہوتیں تو امام الانبیاء ﷺ اپنی پیاری زوجہ سے یہ کیوں فرماتے کہ "عائشہؓ تم نے صفیہؓ کو چھوٹے قد کی کہہ کر اتنا تلخ لفظ منہ سے نکالا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو پورے سمندر کو تلخ کر دے"۔

اور خالق کائنات کتنے خوبصورت پیرائے میں اپنے بندوں کو ہدایت فرما رہا ہے کیونکہ اس سے بہتر کون جانتا ہے کہ یہ برائیاں جو بہت چھوٹی اور انتہائی معمولی نظر آتی ہیں۔ ان کو اگر نہ روکا گیا تو یہ نفرتوں کی آگ بھڑکا کر انسانی معاشرے کو تباہی سے دو چار کر سکتی ہیں۔ تنبیہہ کا کریمانہ انداز ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہوتا ہے۔ (سورۃ الحجرات: 12) "اے مومنو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو۔ بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور دوسروں (کی باتوں کو جاننے) کی جستجو میں نہ رہا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو" رب للعالمین نے ان آیات مبارکہ میں جن معاشرتی برائیوں

سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ موجودہ معاشرے میں سب سے زیادہ باہمی نفرت انہی کی وجہ سے پھیل رہی ہے کیونکہ انہیں برائی سمجھا ہی نہیں جاتا۔

کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس خوبصورت کتاب کا مطالعہ کیا ہوتا۔ اندھوں اور بہروں کی طرح نہیں۔ غور وفکر کرنے والے باشعور انسانوں کی طرح۔ تو ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ ہم کتنے بے خوف اور بے باک ہو گئے ہیں۔ دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنا، ان کی دل آزاری کرنا، حق تلفی اور کردار کشی کرنا اپنا حق سمجھنے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ منبر رسول پر بیٹھ کر دوسروں کو گالیاں تک دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ تو پھر سوچئے! دنیا میں ہمیں جو ذلت و رسوائی کا سامنا ہے اور ہمیں جس نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس میں قصور وار کون ہے؟ دوسروں کی کمزوریوں کو اچھالنا۔ بات بات پر طعن وتشنیع پر اتر آنا، بغض، عناد اور حسد کی آگ میں جلتے رہنا اور اس پر طرہ یہ کہ خود کو مومن اور متقی سمجھنا، استغفر اللہ! یہ ہے ہمارا اکثریتی کردار!

آیئے اللہ کے محبوب ﷺ کی زبان مبارک سے مومن کے بارے میں ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا واللہ لا یومن، واللہ لا یومن، واللہ لا یومن یعنی، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا۔ من یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول ﷺ کس کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں؟ جواباً ارشاد فرمایا: الذی لا یامن جارہ بوالقہ (متفق علیہ) یعنی وہ شخص جس کی ایذا رسانیوں سے اس کا ہمسایہ چین میں نہ ہو

غور فرمایئے! کس قدر تاکید سے ایمان کی مکمل نفی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے اور وہ بھی کسی کبیرہ گناہ پر نہیں۔ شرک، قتل ناحق یا چوری، ڈاکے پر نہیں بلکہ صرف ایک ایسی بات پر جسے ہم زیادہ سے زیادہ بد اخلاقی پر محمول کرتے ہیں کیا اس کے بعد بھی کوئی گنجائش ہے کہ ان برائیوں کے ہوتے ہوئے ہم اپنے آپ کو مومن کہہ سکیں اور من حیث القوم اپنی موجودہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے آپ کو متقی سمجھتے رہیں؟

اچھی طرح سمجھ لیجئے! قول وفعل کا تضاد منافقت ہے ایمان نہیں۔ سوچئے! ہم دوسروں کو دکھ دے کر اپنے لئے سکھ کی دعا کس منہ سے مانگتے ہیں! ظلم وستم کا بازار گرم کر کے اللہ تعالیٰ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے ہمیں شرم نہیں آتی۔ کیا خدا صرف رحیم وکریم ہے وہ عادل نہیں؟ وہ اپنے حقوق تو یقیناً معاف کر دیتا ہے مگر اپنے بندوں پر کئے جانے والے ظلم وستم کو معاف نہیں کرتا۔ لگتا ہے دوسروں کا دل دکھا کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے عقل سے بالکل عاری ہیں۔ آیئے! آج خلوص دل سے اپنی خامیوں کا اقرار کریں اور اپنے دل سے یہ عہد کریں کہ ہم خود کو دھوکہ نہیں دیں گے۔ اللہ کے بندوں سے بغض وعناد نہیں رکھیں گے۔ کسی کی دل آزاری اور کردار کشی سے مکمل اجتناب کریں گے۔ نفرتوں کے بیج بونے کی بجائے پھول اور شہد بانٹیں گے۔ اور پیارے آقا ﷺ کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دیں گے۔ انشاء اللہ! کیونکہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے اللہ اپنے بندوں کا انتقام خود لینا جانتا ہے۔ اقبالؒ کی مردم شناس آواز سنئے۔

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

من الظلمت الی النور

شعیب رضا صدیقی

میرا نام شعیب رضا صدیقی ہے میرا تعلق ضلع گونڈہ، مشرقی یوپی۔انڈیا سے ہے۔

بچپن

میں نے جب آنکھ کھولی تو گھریلو ماحول عام مسلمان گھرانوں جیسا پایا کہ دین سے لاتعلقی بھی نہیں تھی اور پوری طرح پابندی بھی نہیں تھی۔البتہ یہ خواہش کبھی کبھی رہتی تھی کہ دینی مجلسوں میں شرکت کروں۔اسی کے لئے مختلف دینی مجالس میں شرکت کرتا تھا اور شب بیداری بھی کر لیتا تھا۔

میں نے جب BSc تک تعلیم حاصل کر لی تو سیاست میں چلا گیا، یہ میرے لئے ایک نیا شعبہ تھا۔یہاں پر شہرت اور عزت ملنے لگی اور ہر قسم کی برائی کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا مثلاً شراب، جوئے کی محفل وغیرہ، سگریٹ، پان، تمباکو سے بھی شغل رہتا تھا۔لیکن اللہ کا احسان ہے کہ کسی بڑی برائی میں ملوث نہیں ہوا۔

سلسلۂ عالیہ سے تعلق

میرے ہی ضلع گونڈہ میں مدرسہ فرقانیہ کے استاد مولانا ابوبکر صاحب کے بھائی محمد عثمان خاں سے میرا دوستانہ تھا۔میں ان کو بھی سیاست میں گھسیٹ لایا۔ہم دونوں نے ٹھیکیداری شروع کی۔2005ء میں ان سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے گھر پر کسی بزرگ کی دعوت ہے۔مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ شخصیت کون سی ہے میں ان کی دعوت میں شامل ہوا اور دو تین دن ان کی صحبت میں رہا۔

اس سے پہلے میں فجر کی نماز نہیں پڑھتا تھا۔انہوں نے مجھے ذکر کا طریقہ بتایا اور ذکر کرایا جس سے مجھے نماز پڑھنے کی توفیق ملی اور اس سے لذت بھی محسوس ہوئی۔پھر ان کا تعارف ہو اور انہوں نے مجھے بیعت ہونے کی دعوت دی۔پتہ چلا کہ وہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے مشرقی انڈیا کے لئے صاحب مجاز ڈاکٹر عبد اللہ ہیں جو رہنے والے تو مگہر، ضلع سنت کبیر نگر یوپی انڈیا کے ہیں لیکن مہاجر ہو کر پاکستان چلے گئے تھے اور اب پشاور میں مقیم ہیں۔میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ میں بیعت ہو گیا اور اپنے گھر والوں کو بھی بیعت کروا دیا۔

ڈاکٹر عبد اللہ صاحب ہر سال اپنے علاقے میں ہندوستان آتے تھے اور لوگوں کو ذکر کی دعوت بھی دیتے رہتے تھے۔اس سال انہوں نے مجھے ساتوں لطائف کرائے۔دو سال بعد دوسرے سفر میں مراقبات ثلاثہ کروائے۔ہم بذریعہ ٹیلیفون بھی ان سے رابطہ میں رہتے تھے۔وہ ہماری اصلاح بھی کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعے بھی میری راہنمائی فرمائی۔انہی دنوں میں نے خواب دیکھا کہ ایک گنبد نما عمارت ہے۔جس میں روشنی سی نظر آرہی ہے۔مجھے خیال آیا کہ شاید یہ آپ ﷺ کا مزار مبارک ہے۔لوگوں کی بہت بھیڑ تھی۔مجھے

کچھ سمجھ نہ آئی۔ صبح میں نے اپنے خواب کا ذکر اپنے سینئر ساتھی یاسین صاحب سے جو ہمیں ذکر کرایا کرتے تھے، کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتے ہیں تو داڑھی رکھ لیں۔ بغیر داڑھی والوں کو زیارت نہیں ہوتی۔ میں نے داڑھی رکھ لی۔ میرا بڑا مذاق اڑایا گیا کہ یہ کونسی عمر داڑھی رکھنے کی ہے اور اب کس مزار کے مجاور بننا چاہتے ہو وغیرہ وغیرہ اب مجھے کافی پریشانیاں بھی اٹھانی پڑیں۔ گھر میں بیوی سے بھی لڑائی شروع ہوگئی۔

حلال رزق کی تلاش میں ٹھیکداری بھی چھوڑ دی جس سے آمدنی بھی کم ہوگئی غرض بہت سی تکالیف آئیں لیکن میں جما رہا۔ اب میری زندگی کا رخ ہی بدل گیا اور میں نے سنت خیر الانام کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔

اس دوران مجھے نوکری کے سلسلے میں اومان جانے کا موقع ملا۔ وہاں پر ایک سمندری طوفان ''گونو'' آ گیا جس کی وجہ سے مسلسل تین چار دن تک بارش برستی رہی۔ بارش اور سمندری طوفان سے گھر گرنے لگے۔ گاڑیاں سمندر میں بہہ گئیں اور یوں لگتا تھا کہ ہم بھی زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ میں اپنے ہم زلف کے ساتھ رہتا تھا۔ میری سالی اور اس کے بچے رونے لگے۔ تب میں نے ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو پشاور ٹیلیفون کیا۔ اور دعا کیلئے عرض کیا۔ اس کے ساتھ بارش رکنا شروع ہوگئی جو تقریباً 30 منٹ کے بعد دھیمی ہو کر بند ہو گئی۔ اس طرح ایک اللہ والے کی دعا سے مصیبت ٹل گئی۔

میں وہاں پر ذکر کرتا رہا مجھے انڈیا واپس آنا پڑا۔ آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حج نصیب فرمایا۔ اس دوران اطلاع ملی کہ ڈاکٹر صاحب پاکستان آتے ہوئے واہگہ بارڈر میں حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہوگئے ہیں۔ کافی صدمہ ہوا۔ لیکن اللہ کی مہربانی سے شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی نے اپنے ہند کے خلیفہ مجاز جناب محمد مالک صاحب کو وہاں بھیج دیا۔

حج سے واپسی پر گونڈہ میں ان کی صحبت ملی۔ انہوں نے ہماری تربیت فرمائی اور مراقبات بھی مسجد نبوی تک کرا دیئے۔ ہمیں انہوں نے چنائے میں اجتماع پر بلایا۔ جہاں پر مزید مجاہدہ کرایا اور تربیت کی۔

ایک دن ہم حضرت شیخ المکرم کا بیان سن رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ اللہ اللہ کرنے کیلئے زبان کو خالی رکھنا ضروری ہے ہم اللہ کو راضی کرنے کیلئے اتنی قربانی بھی نہیں دے سکتے تو میں نے پان، سگریٹ وغیرہ اسی وقت چھوڑ دیا۔

اس کے بعد 2010ء میں خلیفہ ہند جناب محمد مالک صاحب ہمیں پاکستان لے کر آئے یہاں شیخ المکرم مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضری دی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ روحانی بیعت کی سعادت کے ساتھ ساتھ سالک المجذوبی تک مراقبات بھی کرا دیئے گئے۔

جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں کہ مجھے کافی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ لیکن میں سلسلے کے کاموں سے پیچھے نہیں ہٹا۔ جہاں بھی اجتماع کا تقاضا ہوا یا کام کی ضرورت ہوئی میں پیش پیش رہا۔ اب اتنا اللہ کا کرم ہے کہ لوگ مجھ سے دعا کیلئے کہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پریشانیاں بھی دور کر دے گا۔ اسی سال ہم شیخ المکرم کی خدمت میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: کیا انسانی رشتے آسمانوں میں طے ہوتے ہیں جیسے اکثر سننے میں آتا ہے، جوڑے اوپر بنتے ہیں؟ یا یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے؟

جواب: دین سنی سنائی باتوں کا نام نہیں ہے۔ دین نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ دین ہے، ورنہ سننے سنانے میں تو ہم کیا کچھ کہہ جاتے ہیں۔

رشتہ کیلئے شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر بچی رضا مند نہ ہو تو نکاح نہیں ہوتا اور اگر بچہ قبول نہ کرے پھر بھی نکاح نہیں ہوتا۔ تو اگر یہ آسمانوں میں طے ہو جاتے تو پھر اس تکلف کی ضرورت کیا ہے؟ یہ جملے عموماً وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو شریعت کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے ہر ناجائز کام کیلئے کہہ دیتے ہیں جی بس مقدر میں یہی تھا۔ یہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ تقدیر میں لکھا ہوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ کریم ازل سے یعنی مخلوق کو بنانے سے بہت پہلے سے جانتے ہیں کہ کون کیا کرے گا اور وہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ کس کی عمر کتنی ہوگی، کس کا رزق کتنا ہوگا، کس کی عقلی استعداد کتنی ہوگی۔ قد کاٹھ، رشتہ کہاں ہوگا۔ جو کچھ ہوگا وہ لکھا گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے مجبور ہو کر کرتے ہیں۔ ہم جو کرتے ہیں وہ ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں چونکہ اللہ کریم پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ اس نے یہی کرنا ہے اس لئے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن لوح محفوظ ایک تختی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا دفتر ہے۔ پورے عالم کا ایک سیکریٹریٹ ہے آپ اندازہ کر لیجئے کتنا ہوگا۔ یہاں ہر فرد کی الگ فائل ہے۔ حدیث شریف میں ملتا ہے کہ فرشتے ہر فرد کے دن بھر کے اعمال لے کر جاتے ہیں۔ وہ جب جا کر اعمال نامہ جمع کراتے ہیں تو ادھر دیکھتے ہیں تو وہ وہاں پہلے سے لکھا ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں صدق اللہ العظیم۔ اللہ نے سچ کہا اس نے ایسے ہی کیا۔ لیکن اس لکھے ہوئے کی وجہ سے مجبور ہو کر ہم نہیں کرتے۔ کرتے ہم اپنی پسند سے ہیں۔ ہمیں نیکی بدی پر اختیار دے دیا گیا۔ یہ اندازے ہم بھی لگاتے ہیں، ہم بھی کسی کو دیکھ کر کہتے ہیں یہ بندہ قتل کرے گا۔ یہ چوری کرے گا، یہ جواء کھیلے گا، اگر ایسا وہ کرتا ہے تو ہمارے کہنے سے نہیں کر رہا، اس کے افعال اور اس کی سوچ دیکھ کر اندازہ لگایا گیا ہے۔ ہمارے اندازے سے تو وہ مجبور نہیں ہے۔ ہمارے اندازے غلط ہو جاتے ہیں، اللہ کریم نے جو لکھا ہے وہ غلط نہیں ہوتا ویسا ہی ہوتا ہے، اس کا علم قطعی اور یقینی ہے، ازلی و ابدی ہے، اللہ کا علم حضوری ہے۔ ماضی بھی اس کے سامنے حاضر ہے۔ ماضی مستقبل ہمارے لئے ہیں، اس کی بارگاہ میں ہر چیز ہمہ وقت حاضر ہے۔ تو اگر رشتے آسمانوں پر طے ہو جاتے تو والدین کو بچوں کے رشتوں کی فکر کیوں ہوتی۔ اور بچی سے کیوں پوچھا جاتا۔ رشتے اگر آسمانوں پر طے ہوتے تو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے اور بچے کو قبول کرانے کی کیا ضرورت ہے وہ تو آسمانوں پر طے ہے۔ یہ سارے کام وہ لوگ کرتے ہیں اور یہ جملے وہ لوگ کہتے ہیں جو الٹے پلٹے کام کرتے ہیں اور پھر گناہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی بجائے جرم کی ذمہ داری بھی تقدیر کے ذمے لگا دیتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں

بس لکھا ہوا ایسا ہی تھا۔ چوری کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں بس جی تقدیر میں یہی تھا۔ شادی کے بارے یہ جملہ تو عیسائیوں نے شروع کیا تھا اور یہ جملے میں نے پہلی بار انگریزی میں پڑھے تھے کہ جوڑے تو آسمانوں میں بنتے ہیں۔ انگلش کا جملہ ہے اس طرح کا جملہ تھا اور ہمارا جو فیشن زدہ طبقہ ہے اس نے اسے پہلے پہل نقل کیا۔ اب یہ چلتے چلتے عام آدمی تک بھی آ گیا ہے۔ یہ totally غلط ہے۔ ہم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں۔ اللہ کریم نے عقل و شعور دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اللہ کی کتاب موجود ہے۔ حضور ﷺ کے ارشادات موجود ہیں۔ اور نکاح کا اسلامی طریقہ موجود ہے۔

اب اس کے ساتھ ایک اور اضافہ ہو گیا ہے۔ جو زیادہ دیندار ہیں انہوں نے نکاح کیلئے استخارے کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ مجھے بھی اکثر خط آتا ہے کبھی ای میل آتی ہے میں نے استخارہ کرایا۔ فلاں لڑکی سے شادی کر لوں؟ بھئی تمہارا دل ہے، ہو سکتی ہے کرو، اچھا ہے یا برا ہے خود ذمہ دار ہو بھگتو گے۔ استخارہ اس میں کیا کرے گا۔

رشتے کیلئے شرعی طریقہ یہ ہے کہ بچی ہو یا بچہ سب سے پہلے اس کا دین دیکھنا چاہیے کہ دینی اعتبار سے کیسا ہے۔ پھر اس کی دنیا دیکھنی چاہیے کہ دنیاوی اعتبار سے اپنا گذارا کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ گھر میں، ماحول میں، والدین کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہے۔ اگر اپنے والدین کا نافرمان ہے تو بیوی کے والدین کی فرمانبرداری کیا کرے گا۔ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا تو بیوی کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہو گا؟ تو دین دیکھنا چاہئے، دنیا بھی دیکھنی چاہیے۔ اگر دونوں باتیں بھلی لگیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ پھر اللہ کارساز ہے۔ بلکہ اسلام میں تو یہ بھی ہے اگر شادی کے بعد بھی نہ نبھ سکے تو اچھے طریقے سے، احسن طریقے سے، پہلے دونوں گھروں کے بزرگوں کو بیچ میں ڈالا جائے۔ کوئی سمجھوتہ ہو جائے، صلح ہو جائے تو سب سے بہتر ہے۔ نہ ہو سکے، جدا ہی ہونا ہے تو اچھے طریقے سے طلاق دی جائے۔ علیحدگی کیلئے بھی ہدایات دیں کہ بیوی کو جو کچھ دے چکے ہو، مناسب ہے اس سے واپس نہ لو۔ میاں بیوی میں جھگڑے کی ممانعت کے بارے فرمایا: کس بات پر جھگڑتے ہو جب کہ اللہ کے نام پر تم دونوں ایک ہو چکے ہو اور ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو چکے ہو۔ پھر تمہیں شرم نہیں آتی، آپس میں جھگڑتے ہو۔

اگر رشتے آسمانوں پر ہوتے تو پھر تو یہ سارا دینی فلسفہ بیکار ہو گیا۔ لہٰذا کہی سنی باتوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہنے والا کون ہے؟ جی سننے میں آیا ہے، یہ کس سے سنا؟ there is no body۔ کوئی اپنی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں کہ یہ میں نے کہا۔ تو دین نام ہے ارشادات نبوی ﷺ کا۔ دین نام ہے قرآن کا، سنت کا۔ سنی سنائی باتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ انہیں کوئی دینی درجہ دینا چاہیے۔ اور یہ تو عموماً بچیوں کو مطمئن کرنے کیلئے جملے کہتے ہیں۔ جہاں جی میں آیا رشتہ کر دیتے ہیں۔ اکثر والدین بوجھ اتارتے ہیں کہ جہاں ہو سکے اسے کہیں رخصت کیا جائے۔ پھر اسے تسلیاں دیتے رہتے ہیں کہ یہ تو آسمانوں پر لکھا ہے حالانکہ کرتوت اپنے ہوتے ہیں۔

بقیہ صفحہ 49 سے آگے

جواب دینے پر اکتفا کرے کیونکہ سامعین ابتدائی سوال عموماً بھول جایا کرتے ہیں اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بعد میں خود کو سوال کرنے کا موقع مل جائے گا۔ نہیں تو سارا وقت جواب دینے میں ہی گذر جائے گا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ یہ تو میرے تمام سوالات کے جواب مل گئے۔ حالانکہ مولوی صاحب راستے میں آتے ہوئے اپنے بے شمار سوالات نوٹ کر رہے تھے لیکن یہاں عجیب بات ہوئی کہ وہ کہنے لگے اب میرے پاس تو کوئی سوال ہے ہی نہیں۔ حکمرانوں اور بادشاہوں کی بات چلی تو فرمایا جتنے بھی حکمران اور بادشاہ ماضی میں گزرے ہیں اکثر و بیشتر عالم برزخ میں گرفت میں ہیں ان میں وہ بھی شامل ہیں جو تہجد گزار تھے۔ حکمرانی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا جب تک رعایا کے ساتھ پورا پورا عدل و انصاف نہ کیا جائے۔ اس لئے بہتر ہے بھیک مانگ کر گزارہ کرے لیکن حاکم نہ بنے۔
گجرات کو روانگی سے پہلے ساتھیوں کو نصیحت فرمانے لگے: زندگی کو غنیمت جانو، نماز پابندی سے ادا کرو اور قضا نمازوں کو لوٹاؤ۔ معاملات کی اصلاح کرو۔ میں رواجی قسم کا پیر نہیں ہوں، اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو دوسروں کا کیسے اٹھاؤں، مجلس برخاست ہوئی اور واپسی کی راہ لی۔

ذکرِ قلبی

تبلیغی نصاب کی کتاب "فضائل اعمال" مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے انتخاب

''فضائل اعمال'' سے انتخاب دینے سے پہلے ذکر قلبی کی اقسام دی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ذکر اللہ کی یاد کو کہتے اس کی مشہور اقسام تین ہیں۔

1۔ ذکرِ عملی

2۔ ذکرِ لسانی

3۔ ذکرِ قلبی

1۔ ذکرِ عملی: اپنے عمل (کام) سے اللہ کو یاد کرنا اللہ رب العزت کی احکامات پر سنت کے مطابق عمل کرنا یہ ذکرِ عملی ہے۔

2۔ ذکرِ لسانی: زبان سے اللہ کو یاد کرنا۔

(i) تلاوت، درود شریف، کلمے، استغفار اور مسنون ورد وظیفے۔

(ii) مختلف وقتوں کی مسنون دعائیں

یہ سب ذکرِ لسانی ہیں۔

3۔ ذکرِ قلبی: اسی کو ''ذکر خفی'' کہتے ہیں ''دِل میں اللہ کو یاد کرنا'' قرآن مجید میں ہے

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے یاد کر۔

حدیث مبارکہ ہے، خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ۔ بہترین ذکر خفی ہے۔

اب فضائل اعمال سے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

فضائل اعمال (صفحہ نمبر 408)

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اور اس سے بھی بڑھی ہوئی صحابہ نے عرض کیا ضرور بتا دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

فائدہ:۔ ہر عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں۔ اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل، ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے۔ (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے۔ اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے۔ اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت

ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ''ذکر قلبی'' ہے نہ کہ زبانی ذکر اور قلبی ذکر یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اسلئے جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضاء اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلیمانؒ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے ''ولذکر اللہ اکبر'' کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلیمانؒ نے جس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ اکیسویں پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ جہاد اور ساری عبادات سے اسلئے افضل فرمایا ہے کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں۔ اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے۔ اور یہی مراد ہے کہ اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس (70 سال) کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت سہیلؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے سات لاکھ (7 لاکھ) حصہ زیادہ ہو جاتا ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال (70 سال) نماز سے افضل ہے حالانکہ بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

قلب پر ضربیں لگانے کا بیان (صفحہ نمبر 430)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں۔ تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے۔ اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کی فیض صحبت سے یہ قوت قوت قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی۔ تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور ﷺ کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بس غنیمت ہے۔ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔

ذکر پاس انفاس (صفحہ نمبر 485,484)

صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس انفاس ہے یعنی

اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ امت محمدیہ ﷺ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے قول جمیل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں دو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا کرتا تھا

کثرت ذکر کی عجیب وغریب برکات (صفحہ نمبر 465)

سید علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک تبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے۔ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدریس، فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا عوام کا تو کام ہی اعتراض وگالیاں دینا ہے۔لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام پاک کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا۔ اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو اور کلام پاک جو کھولا اور ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم ومعارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

ایک نوجوان کا کشف قبور کا واقعہ (صفحہ نمبر 484)

ہمارے شاہ ولی اللہؒ نے قول جمیل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے پڑھا اور کئی نصاب پڑھ کر اپنے لئے ذخیرہ آخرت بنایا۔

ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت ودوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے۔ اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں۔جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا۔اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی اور کو نہ تھی۔مگر وہ نوجوان کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں مجھے اس قصہ کے دو فائدے ہوئے۔ایک تو اس کی برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی۔اس کا تجربہ ہوا دوسرا اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اس امت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے امت محمدیہ ﷺ کے

کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے۔

بہترین ذکر ذکر خفی ہے

الحدیث نمبرا: (صفحہ نمبر 436) مسند ابویعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستر درجے دو چند ہوتا ہے۔

الحدیث نمبر ۲: (صفحہ نمبر 438) حضرت سعدؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔

الحدیث نمبر ۳: حضرت عبادہؓ نے بھی حضور ﷺ سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ یعنی نہ کم ہو کہ گزر نہ ہو سکے اور نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے۔

ابن حبا اور ابویعلی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذِکر خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذِکر خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر ان سب روایات سے ذِکر خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔

(فضائل 438/54)

اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کرنے کا بیان (صفحہ نمبر 500)

جامعہ الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار مرتبہ کی مقدار ہے۔ اور زیادہ کیلئے کوئی حد نہیں ہے اور صوفیہ کے لئے پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار مرتبہ روزانہ ہو یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔

اسم اعظم لفظ اللہ ہے (صفحہ نمبر 500)

حضرت علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء اکرام سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین اکابر صوفیہ کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے ضروری ہے کہ اس ذات پاک کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہی مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا ہے کہ حد نہیں۔ جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ (2360) بتاتے ہیں شیخ اسماعیل فرغانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسم اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے۔ اور میرے قریب کھڑے ہو گئے مجھے ان کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہے اس نے کہا ہاں بتا دیجئے میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا اس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ (باقی صفحہ 33 پر)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی محافل کے انمول موتی

حافظ جمیل شاہ
ایبٹ آباد

غالباً 1980 کی بات ہے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ چند روز کیلئے جہلم، گجرات اور پھر سیالکوٹ تشریف لا رہے ہیں، دفتر سے رخصت لی اور حافظ غلام قادری صاحب سے ایڈریس نوٹ کیا اور بس پر سوار ہو کر جہلم اتر کر اپنے استاد محترم کی محفل میں شرکت کیلئے منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ استاد مکرمؒ کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ سادگی کی تصویر اس شخصیت میں بلا کی کشش تھی۔ سادہ سی چارپائی پر سادہ سا بستر لگا ہوا تھا اور آپ سادہ سے لباس میں ملبوس ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے، پیروں کی سی مصنوعی وضع قطع اور سج دھج نام کو بھی نہ تھی۔ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو ٹھیٹھ پنجابی میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے جب آپ نے مفسرین و محدثین کے حوالے دیئے اور مختلف نکات کی وضاحت فرمائی تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے علوم کا سمندر موجزن ہے۔ حضرت جیؒ کی مجلس میں عجیب سکون پرور فضا تھی کہ وہاں سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ اور وہاں تمام لوگ داڑھی سے چہرہ مزین کئے ہوئے تھے۔ حافظ عبدالرزاق (مرحوم) سے ایک پروفیسر نے پوچھا کہ یہ اتنے سارے مولوی صاحبان کہاں سے آگئے ہیں۔ حافظ صاحب (مرحوم) نے ایک صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ مولوی میجر احمد خان اور ساتھ بیٹھے ہوئے مولوی کیپٹن غلام قادری صاحب ہیں۔ یوں انہیں پتہ چلا کہ ان "مولوی صاحبان" کی اکثریت استاد مکرمؒ کی خدمت میں آنے سے پہلے "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کے مقولہ پر عمل پیرا تھی۔ مگر مرد کامل کی توجہ، صحبت کیمیا اثر اور نگاہ فیض نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں کلبوں سے نکال کر مسجدوں میں لا بٹھایا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت جیؒ صحن میں ایک دری پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ سب ساتھی یوں ارد گرد بیٹھ گئے جیسے چاند کے گرد ستارے ہوں۔ علم و حکمت کے موتی لٹائے جانے لگے۔ باتوں میں سادگی اور پرکاری تھی کہ براہ راست دل میں کھبتی جاتی تھی۔ حضرتؒ کی ایک محفل میں دل و دماغ کی دنیا میں جیسے بھونچال سا آ گیا ہو اور کج فکری اور بے یقینی کے بادل یکسر چھٹ گئے ہوں، سکون و اطمینان، ایمان، ایقان کی ایک لازوال قوت سے دل معمور ہو گیا۔ اور محسوس ہوا کہ یہی وہ خلا تھا جسے پُر کرنے سے دنیوی نعمتیں اور محفل ہائے رنگین یکسر عاری تھیں۔

میرے ہمراہ دفتر سے ایک بابو صاحب اس شرط پر ہمسفر ہوئے تھے کہ مجھے داڑھی رکھنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا میں نے عرض کی ایسی تو کوئی بات آج تک ہم نے نہیں دیکھی۔ رات اسی جگہ بسر کی۔ رات کے معمولات حضرتؒ کی معیت میں ادا کئے۔ تہجد کی ادائیگی، محفل ذکر اور صبح کی نماز کے بعد بابو صاحب مجھے کہنے لگے، بازار سے ہو کر آتے ہیں میں بھی مجبوراً ساتھ چل دیا۔ شاید طعام و قیام پسند نہ آیا ہو تو ہوٹل پر ناشتہ کیلئے جاتے ہوں۔ جاتے جاتے حجام کی دوکان پر شیو کیلئے بیٹھ گئے۔ حجام نے داڑھی مونڈنے کیلئے چہرے پر صابن لگایا اور سیفٹی لیکر کام شروع کیا تو دفعتاً بابو صاحب نے روک دیا اور کہنے لگے اب تک نفس کو خوش کرنے کیلئے کیا کیا فیشن اپنائے ہیں بالوں کے کیا کیا سٹائل

بنائے ہیں، لباس کے کیا کیا ڈیزائن اختیار کئے ہیں۔اب تو ہم اللہ کے راستے پر چل نکلے ہیں اور ہمیں یقین آ گیا ہے اب تو حلیہ رسول اکرم ﷺ جیسا ہی بنائیں گے۔حجام کے ہاتھ بھی رک گئے اور اسی دن چہرے کو داڑھی سے مزین کرلیا اور کہنے لگے اب آنکھوں سے پٹی اتر چکی ہے اور اگلی زندگی صاف صاف نظر آنے لگی ہے اور وہی حقیقی اور دائمی زندگی ہے۔اس عارضی زندگی کو بنانے سنوارنے کیلئے ایک طویل اور صبر آزما جدو جہد کرتا رہا لیکن اب یہ احساس دامن گیر ہے کہ اصلی کامیابی اور شادمانی تو آخرت کی کامیابی ہے۔اور اس کیلئے اللہ کریم اور رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے سوا چارہ نہیں اور اس دوکان پر ہی کہنے لگا کہ تشنہ کاموآؤ اور اس ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے جی بھر کر پیاس بجھاؤ۔صبح ناشتہ کے بعد ڈیوٹی پر جانے کی اجازت لے کر لوگ جاتے رہے اور ہم خوش نصیبوں کو حضرت کی محفل نصیب ہوگئی اور علم و حکمت کے موتی بکھرنے لگے میں نے بھی کچھ موتی اس محفل سے جمع کر لئے اور آج انہیں ایک گلدستہ میں پرونے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

فرمایا حدیث شریف میں ہے، ایک زمانہ آئے گا جب لوگ صبح سے شام تک دنیا کمانے کی فکر میں لگے ہوں گے۔اب وہ وقت آ گیا ہے کہ لوگ رات دن دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔اس بات کی کسی کو پرواہ ہی نہیں کہ دین چلا جائے یا رہے۔فرمایا دنیا کی کثرت بذات خود بری شے نہیں بشرطیکہ یہ ہاتھ میں رہے اور دل میں اس کی محبت نہ ہو یعنی آخرت سنوارنے کیلئے اسے کام میں لایا جائے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے آخرت برباد ہو۔انگلینڈ سے آئے ہوئے ساتھی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انگلینڈ میں حلال گوشت ملنا محال ہے۔انگلستان میں ایک سکھ گوشت سپلائی کرتا ہے جس کا ذبیحہ مشکوک ہے۔دال سبزی انڈے وغیرہ پر گزارہ کریں اور حتی المقدور گوشت نہ کھائیں۔یا زندہ مرغی لے کر خود ذبح کریں اور وہ گوشت کھا لیں۔ایک ساتھی نے قسطنطنیہ کا ذکر چھیڑا تو فرمانے لگے کہ سلطان عبدالرحمن کی فوجوں نے بار بار حملے کئے لیکن ناکام ہی رہے۔کیونکہ قلعہ کی دیوار بہت مضبوط تھی۔سلطان نے اپنے ایک وزیر کو ایک اللہ والے کے پاس بھیجا اور دعا کی درخواست کی۔انہوں نے دعا کی اور فتح کی خوشخبری سنائی کہ فلاں وقت قلعہ فتح ہو جائے گا۔وقت قریب ہو گیا لیکن فتح کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔اس بزرگ کو اپنے خیمے میں لائے اور کہا کہ بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں آپ دعا فرمائیں۔وہ کہنے لگے تنہائی میں دعا کروں گا۔تھوڑی دیر بعد انہوں نے فتح کی خوشخبری دی۔باہر قلعے پر فتح کے کوئی آثار نظر نہ آنے پر سلطان دوبارہ فکر مند ہوا۔اچانک قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اور سلطان کی فوجیں اندر داخل ہوئیں اور فتح ہوگئی۔سلطان نے انہیں اپنے ساتھ رہنے پر اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے کیونکہ یہ طبیب تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ کرامت عطا فرمائی تھی کہ جب وہ جنگل میں جاتے تو جڑی بوٹیاں پکار پکار کر کہتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔

شہید کی زندگی کے بارے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا، موت و حیات دونوں بدن کی صفات ہیں۔برزخ میں روح پر موت نہیں آتی، جہاں حیات کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد یہی بدن ہے۔روح زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی اور اس کے متعلق دلیل یہ ہے۔فرمایا! وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔یہاں یہ مراد نہیں کہ ہمیں شعور نہیں کہ ہم سمجھ نہیں سکتے کہ زندہ نہیں۔وہ تو سب کو معلوم ہے کہ روح زندہ ہے لیکن بدن کی زندگی ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اسے کیسی زندگی حاصل ہے جبکہ بدن ریزہ ریزہ ہو گیا۔اس لئے فرمایا: وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ تمہیں سمجھ نہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر برزخ میں روح ہی کو زندگی حاصل ہے تو انعام وثواب وعذاب تو جسم کیلئے ہوتا ہے پھر وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ جو

آدمی اللہ کی راہ میں قتل ہوا اسے مردہ مت کہو: کا کیا مطلب ہے؟ روح پر گولی نہیں چلتی اور وہ قتل ہوئی، روح تو نظر ہی نہیں آتی۔ سو جس چیز پر گولی چلے جس پر موت واقع ہو، اس کے متعلق یہ نہ کہو کہ مردہ ہے بلکہ زندہ ہے سو جس کیلئے موت ہے اسے برزخ میں زندگی بھی مل سکتی ہے، فرمایا زبانی ہی نہیں، دل میں بھی گمان نہ کرو۔ انہیں تو رزق بھی دیا جاتا ہے، وہ اس چیز پر خوش ہیں جو اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمایا۔ اور ان لوگوں کیلئے خوش ہوتے ہیں کہ شاید وہ لوگ بھی جن کو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں شہید ہو کر یہاں آجائیں۔ مفسرین، محدثین اور متکلمین نے اس باب میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں کہ آیا یہ رزق مادی ہے یا حسی، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ضروری نہیں انہیں رزق دیا جائے تب ہی وہ زندہ رہ سکیں۔ رزق کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ واقعہ حدیث میں موجود ہے کہ اڑتالیس سال بعد نہر کی کھدائی کے وقت حضرت امیر حمزہؓ کے جسم پر کدال لگی تو خون بہنے لگا آخر خون کیلئے غذا کی ضرورت ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ مادی غذا کے بغیر اللہ تعالیٰ نشوونما کرتا ہے، اس لئے وہ قادر ہے کہ بغیر کھائے پیئے زندہ رکھے۔

حضور اکرم ﷺ کی آخری آرام گاہ کی شان کے بارے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا! حضور اکرم ﷺ کی آخری آرام گاہ کی شان، زمین و آسمان، کرسی و عرش، کعبہ و جنت سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ البتہ علماء میں اس بات پر اختلاف ہوا ہے کہ جنت میں جہاں آپ ﷺ نے آخرت میں جانا ہے اس کی شان بلند ہے یا آپ کی موجودہ آرام گاہ کی۔ اور سب اس امر پر متفق ہیں کہ جنت کا وہ ٹکڑا رسول اکرم ﷺ کے روضہ اطہر میں منتقل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ قیامت کو اس ٹکڑے کو اٹھا کر وہیں جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ جیسے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس کی مساجد کو اٹھایا جائے گا۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا! انبیاء کرام علیہ السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کے مزار پر حاضر ہو کر جب کوئی صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو ان کو بنفس نفیس سنتے اور جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھنے والوں کا سلام فرشتے ان کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا موجودہ دور میں فقہی سلسلہ کے ساتھ کیا باطنی سلسلے سے تعلق بھی ضروری ہے؟ فرمایا علوم نبوت کو علماء دین نے سمجھا، نور نبوت کو صوفی حضرات نے اخذ کیا اور پھر اسے دوسروں تک منتقل فرمایا۔ اہلسنت والجماعت کے مشہور فقہی سلسلے چار ہیں، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی جبکہ باطنی سلسلے بھی چار ہیں، چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ سہروردیہ اور یہ تمام ظاہری اور باطنی سلسلے درست اور برحق ہیں۔ منزل مقصود پانے کیلئے کسی ایک فقہی سلسلہ اور اسی طرح باطنی سلسلے سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی سلسلے میں محنت کم کرنا پڑتی ہے اور ترقی جلدی ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرے سلسلہ میں ترقی کی رفتار کم ہوتی ہے اور محنت نسبتاً زیادہ کرنی پڑتی ہے۔

ایک ساتھی نے نماز اور ذکر میں کثرت وساوس کے بارے میں پوچھا حضرت جیؒ فرمانے لگے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان ہے کہ جس نمازی کو وسوسے بہت آتے ہوں اور وہ بھرپور کوشش کرے کہ وساوس سے جان چھوٹ جائے اور یکسوئی حاصل کرے اس نمازی سے افضل ہے جس کو وسوسے کم آتے ہوں۔ مسلمان کے دل کا امتحان لیا جاتا ہے جب وہ بار بار وسوسے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے تو زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

پنڈی سے ایک مولوی صاحب تشریف لائے جنہیں مناظرے کا شوق تھا۔ جونہی وہ تشریف لائے حضرتؒ فرمانے لگے کامیاب مناظر کے اندر کچھ خصوصیات کا ہونا ضروری ہے مثلاً دلیر، قوی الجثہ، حاضر جواب، تیز حافظے والا، بلند آواز، تواتر کے ساتھ دلائل سن کر گھبرانے والا نہ ہو اور دونوں طرف کی کتابوں کا عالم ہو۔ اور فریق مخالف سوالات کی بھرمار کر دے تو آخری سوال کے (باقی صفحہ 43 پر)

توسیع مسجد دار العرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دار العرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہو گا مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہو گی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے جمع کروانا چاہے تو دار العرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: **مرکزی دفتر دار العرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال**

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.ourshelkh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دار العرفان منارہ 0543-562200

happily, and without the slightestre servation within themselves.

There is an amazing fact worth noting here.Allah Kareem makes no mention of the two main organs inthe human body that are involved in processing thoughts and emotions, namely the brain and the heart. RatherAllah-swt states لَایَجِدُوْا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ 'But within themselves'.Now a vast world exists within a human being, which is perhaps even greater than the physical world we live in.The human body is made up often trillion cells, and from these cells are formed the bones, muscles, blood, the organs, skin, and everything else from the head to the soles of a human being. So Allah-swt orders, that not even the slightest annoyance should be felt in any cell of the body.وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا 'and (the decision of the Holy Prophet-saws) should be accepted in its entirety (in perfect self-surrender)'. Meaning that the acceptance should display such a pinnacle of obedience, trust, conviction, confidence and resolution, that to comply, a person is even ready to lay down his life. And if it is not the case, then the person is not a believer; and on this fact,Allah-swt takes an oath on His Raboobiyat. Hemakes it clear that: 'It estifythat the disobedient people will not attain Iman.'

Which means that it is correct when the learned scholars of Islam say,that: 'action is the proof of faith'. Faith is very closely related to character and conduct.Therefore until our conduct accords to the Sunnah of the Holy Prophet-saws, we simply cannot be called believers. Weakness is a part of human character,and making a mistake is a human weakness, but we give ourselves licence by seeking excuses and justifying our misdeed; and that makes us anything but a true believer. Faith, according to this Verse of the Holy Quran is, when each and every command of the Holy Prophet-sws is obeyed completely and absolutely,without an iota of disagreement. Period! Then only can such a person be called a Monmin, a true believer.

Many questions may arise when one ponders over the criteria laid down to become a true believer.The conditions might seem very stringent.A person might well say,' O Almighty Allah ,things are not that easy.Earning livelihood from the permissible sources is difficult in itself,and then one has to pay some of it as Zakat. (To be continued)

are numerous other questions regarding Islam and its commandments which frequently cross our minds as well.

In the above Verses,Allah the most Merciful,sets forth very precisely and clearly, who is worthy of being considered a Momin, and what notable qualities he should possess.However, before doing so,Allah-swt takes an oath upon HisAttribute of Providence(Raboobiyat).

Now,Allahthe Greatest,has no need to swear. Swearing an oath on someone's name basically means that he is a witness over that matter. It is for this reason that the learned scholars of Islam have decreed that an oath should only be sworn onAllah-swt,because it is He Who, at all times, is the Witness over everything. In our country people have the habit of thoughtlessly swearing on their mother, or their own head; these are all nonsensical absurdities- because neither can someone's mother be a witness over everything, nor can their own heads be taken as witnesses. No one except Allah-swt can testify to the veracity of something. Therefore to prove one's truthfulness, if one has to swear one's truthfulness, if one has to swear one should only do so upon Allah-swt. A point we always need to remember is that we will be called to swift and severe accounting if we make Allah-swta witness over a lie.

فَلَا وَرَبِّکَ'But Nay! By thy Rabb (the Sustainer)!' Now,Allah-swt could have sworn upon HisOwn Self, or upon HisPersonal Name, but He did not. This is because sound belief and true faith are related to Allah-swt'sAttribute of'Raboobiyyat' or Providence.Raboobiyat is an Attribute of Allah-swt which encompasses a very wide meaning, whereby it caters to every need of al lHis creation, all the time, everywhere. Iman (Faith) is also a basic need of an individual, and is therefore bestowed through Allah-swt's Attribute of Providence or Raboobiyat.

Now what are the means of acquiring Iman? How can it be attained through His Providence?

He states:فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ'But Nay! By thySustainer! They can never be true believers,can never attain Iman-حَتّٰی until and unless, یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ they accept you-saws as the highest authority and judge in all their affairs'.They must completely and totally accept your-saws decision in all aspects of their lives: in their characters and habits, in all their dealings, in their disputes, and in their dissensions and disagreements. And it does not stop at merely accepting your-saws decision,but: ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ 'that it be followed willingly,

The Identity of a Believer

Translated Speech of

SHEIKH UL MUKARRAM (MZA) **2-12-2012**

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًاo وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًاo وَّ
لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًاo

Translation: So, by your Rabb!These people will not become believers, until they make you the judge in their disputes, and then, their hearts are not constricted by your judgment, and they accept your decision willingly, happily. And had We commanded them to kill themselves or go out of their homes; then only a few of them would have done so. And if they had acted on this advice which is given to them, it would have been far better for them and more strengthening (for their faith). And then We would have granted them a very great reward from Our Presence And We would have certainly shown them the Straight Path.

In the above Verses of the Holy Quran Allah-swt sets down the essential qualities that are required ina true Believer(Momin).

AlHamduLillah, although at present over two billion people around the globe claim to be Muslims andrecite the Kalimah Tayyabah; yet where the issue finally rests, is the conduct of the persons who make this claim.

Many people raise objections against the commandments of the Shariah. Some argue vehemently that they are unreasonable and impractical. There are others, who may not question the decrees of the Shariah, but they do not act upon them. And there is yet aanother group of people:who on one hand, do not act according to Shariah, and on the other,present excuses that as Allah-swt is extremely Merciful,He will show Mercy and forgive them in the Hereafter; hence their deeds are of no consequence.There

insult them and ignore them but when they die, then Iblis (Shaitan) tells people that they were great Aulia of Allah swt and incites them to worship at their graves.

So the foremost effort you have to make is to follow the Shari'ah. Remember this that whether anyone is a Nujaba, Nuqaba, Autad, Abdal, Qutb, Qayyoom, Fard, Qutb-e Wahdat, or a Siddiq, all these positions are the Offices of Nearness to Allah swt and are attained only through the dust of my Master saws footprints and from nowhere else. Keep this in mind! The second thing in Tasawwuf is that it is imperative to have heartfelt sincerity with your Shaikh; there should be no doubts in your heart. Due to sincerity blessings will reach you. If there are doubts, you can spend a thousand years in effort but you will not benefit. This matter is extremely delicate.

A change is taking place in our affairs and status. By Allah's Grace great progress is being made. Whether in the beginning or now, we are being granted great success. Please pray for me also that Allah swt grants me a long and healthy life. Ameen! The reason is that the day I leave this world, you may not start fighting among yourselves. The day I leave this world you don't start grabbing each other by the collar. Differences do not arise between you. In my presence you are all strung like the beads of a Tasbeeh, all sitting together. When I leave you, this condition may not remain. Each one of you might think that he too is my student. Keep this in mind that the top people (most advanced) are (to name a few), Akram Sahib, Hafiz Sahib, Colonel Sahib, Baig Sahib and a few other competent Sathis; consider them to be your elder brothers. They are like you, but are your elders and it is mandatory that you respect them. An elder brother, whatever he earns, presents it to the younger ones, feeds and looks after them but he does not become their father. You are all brothers, with the difference that you are junior and he is your senior. He is to be respected like a father, it is essential to respect your elder brother. If there is no respect there is no transfer of beneficence. For this reason whoever wants beneficence must respect the one who started giving him Tawajjuh or is conducting his Zikr (session). Tasawwuf is total respect and nothing else! It is impossible to attain Tasawwuf without respect and reverence. But if he orders you to do something...like when The Holy Prophet saws sent out an expedition and the leader started fighting with the rest of the army. He built a great fire and ordered everyone to jump into it. Everyone became ready, when one person got up and said, 'We became followers of the Holy Prophet saws in order to escape fire, but now he is driving us back towards fire. We will never enter fire and will report him to the Holy Prophet saws.' If someone commits wrong; if someone tells you something contrary to what I have said, tell him it's not correct; he can go where he likes on his own, and do what he likes on his own, but the method of Zikr is like this (as told by me).

To be continued

them vigorously and continuously. After these, come the Higher Stations, these have also to be done, in the same manner. Teach others, the way you have been taught.

It is the duty of the Ameer (leader) of every area to illuminate the Lata'if of the seekers, conduct them to the Maraqbaat-e Salasah [The (First) Three Meditations] and up to Sair-e K'abah, and then refer them to me. If that is not possible, he should at least conduct them to the Maraqbaat-e Salasah and the Dawair-e Salasah (The Three Circles) before sending them to me. This is the responsibility of every Ameer and of every Sahib-e Majaz (The Senior Ahbab authorized and permitted by the Shaikh to spiritually educate other Ahbab and to conduct them to the spiritual stations). Similarly, everyone, who conducts Zikr at some place and has been granted this strength by Allah swt, should also follow this procedure.

The next item remaining is that our centre before was at Chakwal, and we tried to retain it there, but due to some reason it was not possible. As Hafiz Sahib has suggested that the centre should be Munara, therefore it is now established as our centre. So whatever direction you come from, come straight here and remain united as brothers. The fingers head, nose, ears, mouth, feet, (are all components of the body), yet if any part of the body is hurt the pain is felt by the whole body. This is also the message of the Holy Prophet saws. If a finger is hurt the whole body becomes restless. Show exemplary kind heartedness amongst yourselves as instructed by the Holy Quran, 'Ruhamaau Bainahum.' You are all brothers, wherever you are, be affectionate towards each other. If one of you is in difficulty or suffers a loss, then help him out. If he makes a mistake stop him and explain what is right and wrong. For this reason, I stress that it imperative to follow the Shari'ah.

"Those Sathis who are new: if they do not achieve success, or suffer loss; it is because they don't realize the essential requirements of Tasawwuf and Sulook...what is the essential principle of Tasawwuf, Sulook and the Stages of Sulook? It will become known only after death, how great a treasure it is! The couplet that I read out earlier means, that this is that blessing, the success, the good fortune, the auspiciousness which even those who held the vast fortunes of Cesar and Alexander died writhing in longing for it. And this is a fact! If a person attains it fully, it makes him perfectly contented and independent (of the desire of any other blessing - translator). The greatest blessing of this world is that Allah swt grants someone the knowledge of Shari'ah (external religious knowledge) and then grants him complete spiritual knowledge. There is no power greater than this; there is no treasure greater than this and there is no success greater than this...

It is a pity that such people rarely come into this world. During their life time, while they are in this world, people pass Fatawa (verdicts) of Kufr against them,

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

continued From Previous Month

This blessing (that you are here to receive) is so great,
It could drown the seekers of the throne of Caesar and of the kingdom of Alexander
In envy and regret.
This is the blessing that would drown with envy and regret,
The Seekers of Cesar's Throne and Alexander's Kingdom.

"I am so insignificant that my prayers are ineffective, my words are weak, yet I petition you..."

It is known from the above Ayah that the whole Ummah (followers) of the Holy Prophet saws has been sent to this world to preach to people, and guide and invite others to the Deen (Religion, i.e. Islam). 'You enjoin what is right and forbid what is wrong'. You have been sent to this world so that you tell people to do the right things and stop them from doing the wrong, because you are righteous and true believers in Allah.

We that have gathered here; we have no land here, nor our homes, neither are we related to any one, nor do we belong to any clan here. Why do we come here leaving our families and businesses, spend money and sit on stones, why? We do it only for Allah swt's Pleasure, so that He swt becomes pleased with us, the Holy Prophet saws becomes pleased with us, and our next life is set right and ameliorated.

So the first thing I would like to say is, there is a full year's span before the next Ijtema'. It is incumbent on all the Sathis not to waste whatever they have gained here. A ticket clerk only issues tickets and it is the passenger's duty to look after his ticket and not to lose it. It is not for the ticket clerk to accompany the passenger to protect his ticket. Whatever you have gained here, do not lose it, protect it...and the whole of that protection is bound in adherence to the Shari'ah. You will get it in the dust of the Holy Prophet saws footsteps and from nowhere else.

Be very punctual with your Salah, do not ever miss it and keep its Arkaan (parts, phases) balanced; this is something I keep repeating to make you understand. At the same time invite people; preach to them, we have found no way, other than Zikr Allah, that can reform people. When the inner self falters, becomes wayward, the effect slowly seeps into the outward aspects of man. To cure this ailment, Zikr has been prescribed. Those on Qalb, should keep on doing Qalb, those on other Lata'if should work on them and do

Shawal / Zil Qad 1434h
September 2013

ماہنامہ المُرشِد

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ

عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ (مسلم. ابوداؤد)

Narrated by Hazrat Ayesha (R.A.U) that the Prophet (S.A.W.S) remembered Allah in every moment of his noble life (Abu Daud)

The recognition of how supremely sublime is Allah (Swt) comes from the inspiration of the spiritual knowledge or the knowledge of inner-self. And it also infuses the feeling of how humble we are.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17 AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255